تنظیم اسلامی کا ترجمان

ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

www.tanzeem.org

44

تنظیم اسلامی کا پیغام
خلافت راشدہ کا نظام

مسلسل اشاعت کا
30 واں سال

24 ربیع الثانی تا یکم جمادی الاولیٰ 1443ھ/30 نومبر تا 6 دسمبر 2021ء

تین فتنے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کو تین فتنوں سے شدید نقصان پہنچا ہے: پہلا مسلمان نام کی ان حکومتوں کا فتنہ جنھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور اسلامی آئین کی پابندی سے انحراف کر کے حریت، مساوات، اخوت، مشاورت، عدل و انصاف اور کفالت عامہ جیسی قدروں کو پامال کیا اور اُمت کو زوال اور انتشار کی پستیوں میں دھکیل دیا۔ دوسرا فرقہ و مسلک پرستی اور نسلی تعصبات کا فتنہ، جس نے اُمت کے اندرونی اتحاد کو پارہ پارہ کر کے رکھ دیا۔ تیسرا دین کے اس عوامی تصور کا فتنہ جو انفرادیت کو جماعتی زندگی پر فوقیت دیتا ہے، فروعات اور مستحبات کو فرائض و واجبات پر مقدم ٹھہراتا ہے، جس میں فریضہ اقامت دین کا کوئی تصور نہیں اور جس نے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کیا اور اس کا سیاست سے رشتہ ختم کر دیا۔

انہی تین فتنوں کے باعث اُمت کو ماضی میں چرکے سہنے پڑے اور یہی وہ فتنے ہیں جن کی وجہ سے آج کفر و شرک کی عالمی طاقتیں اُمت پر مسلط ہیں اور اُمت اپنی سیاسی اور اقتصادی آزادی کھو چکی ہے۔

محمد نواز

اس شمارے میں

پاکستان کے داخلی اور خارجی مسائل
مذہبی جماعتوں کا کردار (5)

روزِ قیامت: حقیقی بدلہ کا دن

ملکی اور بین الاقوامی حالات کا تجزیہ

حضرت لیلیٰ رضی اللہ عنہا بنتِ ابی حثمہ

تو خاک میں مل اور آگ میں جل....

افغانستان میں عالم الاسلام کا امتحان

الھدیٰ (962)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

کنوئیں والی قوم اور قوم لوط کی بستیاں

سُورۃُ الفُرقان | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | آیات: 38 تا 40

وَّ عَادًا وَّ ثَمُوۡدَا۠ وَ اَصۡحٰبَ الرَّسِّ وَ قُرُوۡنًۢا بَیۡنَ ذٰلِکَ کَثِیۡرًا ﴿۳۸﴾ وَ کُلًّا ضَرَبۡنَا
لَہُ الۡاَمۡثَالَ ۫ وَ کُلًّا تَبَّرۡنَا تَتۡبِیۡرًا ﴿۳۹﴾ وَ لَقَدۡ اَتَوۡا عَلَی الۡقَرۡیَۃِ الَّتِیۡۤ اُمۡطِرَتۡ
مَطَرَ السَّوۡءِ ؕ اَفَلَمۡ یَکُوۡنُوۡا یَرَوۡنَہَا ۚ بَلۡ کَانُوۡا لَا یَرۡجُوۡنَ نُشُوۡرًا ﴿۴۰﴾

آیت: ۳۸ ﴿وَّعَادًا وَّثَمُوۡدَا۠ وَاَصۡحٰبَ الرَّسِّ وَقُرُوۡنًۢا بَیۡنَ ذٰلِکَ کَثِیۡرًا ﴿۳۸﴾﴾ ’’اور قومِ عاد‘ قومِ ثمود‘ کنویں والوں اوران کے مابین بہت سی دوسری اقوام کو بھی (ہم نے ہلاک کر دیا)۔‘‘

’’اصحاب الرس‘‘ کے بارے میں صراحت نہیں ملتی کہ یہ کون سی قوم تھی اور ان کا زمانہ اور علاقہ کون سا تھا۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنے پیغمبر کو کسی کنویں میں بند کر دیا تھا۔ اس لیے انہیں کنویں والے کہا گیا ہے۔ واللہ اعلم!

آیت: ۳۹ ﴿وَکُلًّا ضَرَبۡنَا لَہُ الۡاَمۡثَالَ ۫﴾ ’’اوران سب کے لیے ہم نے مثالیں بیان کیں‘‘

اپنے اپنے وقت پر ان سب قوموں کو راہِ ہدایت پر لانے کے لیے ان کے ماحول اور حالات کے مطابق ہم ٹھوس دلائل اور واضح حقائق پر مبنی تعلیمات ان کے سامنے پیش کرتے رہے۔

﴿وَکُلًّا تَبَّرۡنَا تَتۡبِیۡرًا ﴿۳۹﴾﴾ ’’لیکن (ان کے انکار کی پاداش میں بالآخر) ہم نے ان سب کو غارت کر دیا۔‘‘

آیت: ۴۰ ﴿وَلَقَدۡ اَتَوۡا عَلَی الۡقَرۡیَۃِ الَّتِیۡۤ اُمۡطِرَتۡ مَطَرَ السَّوۡءِ ؕ﴾ ’’اور یہ لوگ اُس بستی پر سے تو گزرتے ہیں جس پر بہت بری بارش برسائی گئی تھی۔‘‘

اس سے سدوم اور عامورہ کی بستیاں مراد ہیں جن کی طرف حضرت لوط علیہ السلام مبعوث ہوئے تھے۔ بدترین بارش سے مراد پتھروں کی بارش ہے‘ جس کا ذکر قرآن حکیم میں کئی جگہ آیا ہے۔

﴿اَفَلَمۡ یَکُوۡنُوۡا یَرَوۡنَہَا ۚ﴾ ’’تو کیا یہ لوگ اسے دیکھتے نہیں رہے؟‘‘

سفرِ شام کے دوران آتے جاتے قریش کے تجارتی قافلے جب ان بستیوں کے کھنڈرات کے پاس سے گزرتے ہیں تو کیا یہ لوگ انہیں نگاہِ عبرت سے نہیں دیکھتے؟

﴿بَلۡ کَانُوۡا لَا یَرۡجُوۡنَ نُشُوۡرًا ﴿۴۰﴾﴾ ’’بلکہ وہ امید نہیں رکھتے جی اٹھنے کی!‘‘

اصل بات یہ ہے کہ انہیں بعث بعد الموت پر یقین نہیں ہے۔ یہی سبب ہے کہ ایسے عبرت انگیز حقائق پر سے یہ لوگ بغیر کوئی سبق حاصل کیے اندھوں کی طرح گزر جاتے ہیں۔

فرمان نبویؐ

مسلمان بھائی کی آبرو کی حفاظت

عَنۡ اَنَسٍ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: ((مَنِ اغۡتِیۡبَ عِنۡدَہٗ اَخُوۡہُ الۡمُسۡلِمُ وَ ھُوَ یَقۡدِرُ عَلٰی نَصۡرِہٖ فَنَصَرَہٗ نَصَرَہُ اللّٰہُ فِی الدُّنۡیَا وَ الۡاٰخِرَۃِ فَاِنۡ لَّمۡ یَنۡصُرۡہُ وَھُوَ یَقۡدِرُ نَصۡرِہٖ اَدۡرَکَہُ اللّٰہُ بِہٖ فِی الدُّنۡیَا وَالۡاٰخِرَہ))

(شرح السنہ باب الذب عن المسلمین)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ’’جس شخص کے سامنے اس کے کسی مسلمان بھائی کی غیبت اور بدگوئی کی جائے اور وہ اس کی نصرت وحمایت کر سکتا ہو تو کرے (یعنی غیبت و بدگوئی کرنے والے کو اس سے روکے یا اس کا جواب دے اور مداخلت کرے) تو اللہ تعالیٰ دنیا وآخرت میں اس کی مدد فرمائے گا اور اگر قدرت حاصل ہونے کے باوجود وہ اس کی نصرت وحمایت نہ کرے (نہ غیبت کرنے والے کو غیبت سے روکے، نہ جوابدہی اور مدافعت کرے) تو اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کو اس کی کوتاہی پر پکڑے گا (اور اس کی سزا دے گا)۔

تشریح: ایک بندہ مسلم کی عزت و آبرو اللہ تعالیٰ کے نزدیک کس قدر محترم ہے اور دوسرے مسلمان پر اپنے مسلمان بھائی کا دفاع کس درجہ ضروری ہے؟ اس کا اندازہ اس حدیث مبارکہ سے لگایا جا سکتا ہے۔

ہفت روزہ لاہور

ندائے خلافت

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان نظامِ خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

24 ربیع الثانی تا یکم جمادی الاولیٰ 1443ھ جلد 30
30 نومبر تا 6 دسمبر 2021ء شمارہ 44

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
ادارتی معاون: فرید اللہ مروت

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی
’’دارالاسلام‘‘ ملتان روڈ چوہنگ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 53800
فون: 78-35473375 (042)
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن لاہور۔ 54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 15 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 600 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا---------------- (2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
’’مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن‘‘ کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے
Email:maktaba@tanzeem.org

’’ادارہ‘‘ کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ
ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پاکستان کے داخلی اور خارجی مسائل

مذہبی جماعتوں کا کردار (5)

پاکستان کے سیاسی عدم استحکام کے حوالے سے مذہبی جماعتوں کے کردار پر غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ قیامِ پاکستان کے بعد کچھ عرصہ تک قومی معاملات میں مکمل طور پر وہ خاموش بلکہ لاتعلق رہیں۔ وہ علماء کرام جو ہجرت کر کے پاکستان منتقل ہوئے تھے، اُن کے مدارس اُن علاقوں میں تھے جو بھارت کے حصہ میں آئے تھے۔ ان علماء کی اکثریت نے پاکستان منتقل ہو کر بھی اپنی ساری توجہ قرآن وحدیث کے پڑھنے پڑھانے پر مرکوز رکھی۔ وہ پاکستان میں کئی دینی مدارس قائم کرنے میں کامیاب ہوگئے اور قال اللہ تعالیٰ وقال رسول اللہ ﷺ کی صدائیں جلد بلند ہونا شروع ہوگئیں اور اللہ کے فضل وکرم سے تقسیم اور ہجرت کے مراحل نے ان صداؤں میں کوئی بڑا وقفہ نہ ڈالا۔ گویا وہ درس و تدریس کے حوالے سے ایک اہم قدم بڑھانے میں کامیاب ہوگئے۔ لیکن اُنھوں نے سر اُٹھا کر بھی قومی معاملات اور قومی قیادت کو دیکھنا مناسب نہ سمجھا اور یکسو ہو کر تعلیم و تعلم میں مصروف رہے۔ مولانا مودودیؒ جنہوں نے تقسیم ہند سے پہلے مسلمانوں کی قومی تحریک سے خود کو یہ کہہ کر الگ کر لیا تھا ’’عامۃ المسلمین کی قیادت و رہنمائی ایک ایسے گروہ کے ہاتھ میں چلی گئی ہے جو دین کے علم سے بے بہرہ ہے اور محض قوم پرستانہ جذبات کے تحت اپنی قوم کے دنیوی مفاد کے لیے کام کر رہا ہے‘‘۔ اگر ہم مولانا کے مدعا کو اپنے الفاظ میں بیان کریں تو جو مفہوم سامنے آتا ہے وہ یہ ہے کہ ہمیں ایران اور ترکی کی طرح محض کوئی مسلمان ملک نہیں بنانا بلکہ عوام میں اسلامی انقلاب (ایک خالص اسلامی ریاست یعنی مملکت الٰہیہ) کے لیے فطری طریق پر عمل پیرا ہو کر پہلے علمی وفکری اور ذہنی اور عملی سطح پر تبدیلی لانا ہوگی۔

قارئین کرام! اگر آج آزادی حاصل کرنے کے پون صدی بعد پاکستان کے موجودہ حالات کا جائزہ لیں تو حالات کی ابتری اور خاص طور پر اسلام کے حوالے سے پیش رفت کا جائزہ لیتے ہوئے ہر کس و ناکس یہ کہنے پر مجبور ہوگا کہ مولانا مودودیؒ کا اُس وقت کا تجزیہ کس قدر صحیح بلکہ صحیح ترین تھا۔ لیکن شاید اِس قوم کی قسمت کا معاملہ تھا۔ بہرحال ہوا یوں کہ قوم میں تو نہ فکری وعلمی اور نہ عملی انقلاب آیا، خود مولانا کے فکر میں انقلابی تبدیلی آگئی۔ یہ تبدیلی کیوں اور کیسے آئی؟ اِس کا ذکر ہم نہیں کریں گے کہ چھوٹا منہ اور بڑی بات کا معاملہ ہو جائے گا۔ لہٰذا ہم اِس تبدیلی کا ذکر خود مولانا کے الفاظ میں تحریر کر دیتے ہیں: ’’جس روز تقسیم ملک کا اعلان ہوا اِسی وقت ہم نے سمجھ لیا تھا کہ جیسی بُری یا بھلی تعمیر ہم آج تک کر سکے ہیں، اب اسی پر اکتفاء کرنا ہوگی اور اِس قوم کو سنبھالنے کی فوری کوشش کرنا پڑے گی جو کسی واضح نصب العین کے بغیر اور کسی اخلاقی و اجتماعی صلاحیت کے بغیر یک لخت بااختیار ہوگئی ہے‘‘۔ مولانا یہ فرمانے کے بعد اپنے قبل از تقسیم موقف جس کے حق میں اُنھوں نے دلائل اور عقلی استدلال کے انبار لگائے تھے اُن سے منہ موڑ لیا گویا کسی اسلامی انقلاب یا اسلامی ریاست کے قیام سے پہلے علمی، فکری، ذہنی اور عملی تبدیلی لا کر ایک صالح معاشرہ کے قیام کی جو ہنڈیا اُنھوں نے چولہے پر چڑھائی ہوئی تھی اُسے انتہائی بے دریغی سے چوراہے میں پھوڑ دیا اور پاکستان کے سیاسی اور انتخابی میدان میں کود پڑی۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ عوام تو دور کی بات ہے خود جماعت اسلامی کے نئے کارکنوں کی اصلاح اور تزکیہ کا معاملہ بھی

چوپٹ ہوگیا اور بعدازاں دنیا نے تعلیمی اداروں اور ملکی انتخابات میں اِن کارکنوں کو جو رول ادا کرتے دیکھا وہ کسی طرح قابلِ فخر قرار نہیں دیا جاسکتا۔ بہرحال ہمارے دل سے بڑے پُرسوز انداز میں یہ صدا نکلتی ہے کہ اے کاش! اے کاش! مولانا قبل ازتقسیم والے اپنے مؤقف پر قائم رہتے اور سیاست میں وقتی اور ہنگامی اُٹھنے والی لہروں سے لاتعلق رہ کر پہلے ذہنی وفکری تبدیلی اور صالح معاشرے کے قیام پر مصر رہتے تو یقیناً آج پاکستان کے حالات مختلف ہوتے۔ قیامِ پاکستان کے بعد مذہبی جماعتوں کے کردار کے حوالے سے اگر علامہ اسد اور اُن کے ادارے ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک ری کنسٹرکشن کا ذکر نہ کیا تو بات ادھوری رہ جائے گی۔ حقیقت یہ ہے کہ قائداعظم نے 1947ء میں علامہ کو یہ ٹاسک دیا تھا کہ وہ اِس ادارے کے ذریعے وہ تمام اُمور سرانجام دیں جن سے پاکستان میں نفاذِ اسلام کی راہ کھل سکے۔ لیکن قادیانی وزیر خارجہ اور اُس کے سیکولر پیروکاروں نے علامہ کو ملک چھوڑنے پر مجبور کر دیا اور بعدازاں اُن کے محکمے کو نذرِ آتش کر دیا جس سے وہ تمام کاغذات جل گئے جو علامہ نے نفاذِ اسلام کے حوالے سے تیار کیے تھے۔ اصل افسوس اِس بات پر ہے کہ کسی اسلامی جماعت نے اُن کا تحفظ نہ کیا اور نہ ہی اِس حوالے سے کسی قسم کا احتجاج ریکارڈ کرایا۔ بہرحال جب جماعتِ اسلامی نے اپنے لیے سیاست اور انتخابات کا دروازہ کھولا تو دوسری مذہبی جماعتوں نے بھی اُن کی پیروی کی۔ 1953ء میں جماعت اسلامی نے تحریکِ ختم نبوت میں بھرپور حصہ لیا جس میں مولانا کو سزائے موت سنادی گئی لیکن خوش قسمتی سے اُس پر عمل درآمد نہ ہوا۔ اِس تحریک نے جماعت اسلامی کے ملکی معاملات میں کردار کو مزید تقویت دی۔

جمعیت علماء پاکستان جو قبل ازتقسیم مسلمانوں کی ہندوستان میں بڑی جماعت تھی اِس نے اگرچہ پاکستان کے قیام کی کھلم کھلا مخالفت کی تھی لیکن 1956ء میں جمعیت الاسلام پاکستان کے نام سے اِس کی تشکیل نو کی گئی اور اِس جماعت نے بھی انتخابی سیاست میں داخل ہونے کا اعلان کر دیا۔ بہرحال اِس کے بعد مذہبی جماعتیں قطار اندر قطار انتخابی سیاست کا حصہ بنتی چلی گئیں۔ اسلامی جماعتیں انتخابات کے نتیجہ میں اسمبلیوں میں اگرچہ بہت زیادہ نشستیں حاصل تو نہ کرسکیں اور نہ ہی وہ ملک میں اسلامی نظام کے نفاذ کے حوالے سے معمولی سی بھی پیش رفت کا باعث بن سکیں۔ لیکن وہ سیکولر حکومتوں کے غیراسلامی اقدامات اور قانون سازی کی کوششوں کو روکنے میں کامیاب رہیں۔ مثلاً C-295 ابھی بھی آئین کا حصہ ہے اور سندھ میں جبری مذہب تبدیلی کے حوالے سے کوئی قانون نہیں بن سکا۔ اسلامی جماعتیں صرف اِس حد تک پاکستان میں مثبت رول ادا کرسکیں۔ لیکن ان کے انتخابات میں حصہ لینے سے پاکستان اور اسلام کو پہنچنے والے نقصان کی فہرست بہت طویل ہے۔ قیامِ پاکستان کے فوراً بعد بانی پاکستان نے اپنے اور مسلم لیگ کے زبردست ناقد مولانا مودودیؒ کو کھلا موقعہ دیا کہ وہ اسلام کے حوالے سے اپنے خیالات پاکستانی مسلمانوں تک پہنچائیں۔ یہاں تک کہ ریڈیو پاکستان پر بھی اُنھیں اپنے خیالات کے اظہار کا موقع دیا گیا۔ لیکن یہ فراخدلی مزید قائم نہ رہ سکی کیونکہ مذہبی جماعتیں اقتدار کے لیے حکومت اور دوسرے سیاست دانوں کی حریف بن کر سامنے آ گئیں تو حکومتیں بھی نہ صرف اُن کے راستے میں رکاوٹ ثابت ہونے لگیں بلکہ باقاعدہ اُنھیں زیرِعتاب لانے کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ حکومتوں میں موجود انتہاء پسند سیکولرز نے مذہبی جماعتوں اور علماء کی شخصیتوں پر تنقید کی آڑ میں اسلامی شعائر کو نشانہ بنانا شروع کر دیا۔ پھر ایک بڑا نقصان یہ ہوا کہ سیاسی عناصر جب وقت کی حکومت کے خلاف تحریک چلاتے ہیں تو اسلامی جماعتیں سیکولر جماعتوں سے اتحاد بنا لیتی ہیں جس سے ملک میں اسلام کے نفاذ کے حوالے سے کوششوں کو شدید دھچکا لگتا ہے۔

1977ء میں اینٹی بھٹو تحریک جسے پاکستانی مسلمانوں کے جذبات سے کھیلنے کے لیے تحریک نظامِ مصطفیٰ ﷺ کا نام دے دیا گیا تھا۔ اِس تحریک میں اسلام کی علمبردار جماعتیں اور نیشنل عوامی پارٹی جو کٹر سیکولر جماعت تھی، دونوں اِس اتحاد کا حصہ تھیں۔ لاہور کے عوام نے یہ نظارہ بھی دیکھا کہ ایک جلوس محترمہ بیگم نسیم ولی خان کی قیادت میں مسجد شہداء میں داخل ہوگیا اور بیگم نسیم ولی خان کو منبر پر بٹھا دیا گیا اور وہاں سے انہوں نے مسلمانانِ پاکستان سے خطاب فرمایا۔ یہ واقعہ امتِ مسلمہ کی تاریخ میں ایک انوکھا واقعہ تھا جس سے جگ ہنسائی ہوئی۔ حقیقت میں سیکولر عناصر کے لیے تو یہ ایک معرکہ سر کرنے والی بات تھی، لیکن اتحاد میں شامل اسلامی جماعتوں کی سیاسی اور انتخابی مجبوری تھی کہ وہ ایک خاتون کو مسجد میں منبر پر بٹھانے اور اُس کے فرمودات سننے میں حصہ دار بنیں۔

اسلامی جماعتوں کے انتخابات میں حصہ لینے پر ایک نقصان یہ بھی ہوا کہ اُن کی تحریکیت میں کمی واقع ہوگئی۔ عوام جب انتخابات کے نتائج سنتے ہیں کہ پی پی پی، مسلم لیگ (ن) اور پی ٹی آئی جیسی جماعتوں نے اتنے لاکھ ووٹ لیے اور اُن کے اسمبلیوں میں اتنے ممبر منتخب ہوئے جبکہ اسلامی جماعتوں کے ووٹوں کی تعداد بمشکل ہزاروں میں رہتی ہے تو عوام میں اُن کے حوالے سے مایوسی بڑھتی ہے کہ ملک میں اِن کی کوئی حیثیت نہیں اِس تصور نے اسلامی جماعتوں کی سٹریٹ پاور میں بھی کمی کر دی۔ اگرچہ تیس چالیس سال پہلے بھی اسلامی جماعتوں کے پاس ووٹ تو نہیں تھے اِس کے باوجود ہر حکومت اُن کی سٹریٹ پاور سے خوفزدہ رہتی تھی۔ آج انتخابات میں حصہ لینے کی وجہ سے اُن کی سٹریٹ پاور بھی بُری طرح متاثر ہوئی ہے۔ انتخابات میں حصہ لینے کا اسلامی جماعتوں کو ایک بڑا نقصان یہ بھی ہوا کہ اُنھیں کسی مسئلہ کے حوالے سے حق پر ڈٹ جانے کی بجائے یہ دیکھنا پڑتا ہے کہ عوام کیا چاہتے ہیں؟ عوام کی خواہش جیسی بھی ہو قبول کرنا پڑتی ہے کیونکہ اُن سے ووٹ مانگنا ہوتا ہے۔ گویا اب عوام کو لیڈ نہیں کیا جاسکتا بلکہ اُن کے پیچھے لگنا پڑتا ہے۔ آخری لیکن کم ترین نہیں یہ کہ جب بہت سی اسلامی جماعتیں انتخابی میدان میں کود پڑیں تو اُس صورت میں اُنھیں عوام کو اپنا اسلام دوسروں کے اسلام کی نسبت مختلف اور بہتر کر کے دکھانا پڑا۔ جس سے فرقہ واریت میں مزید اضافہ ہوا اور عوام میں مذہب کے حوالے سے خلیج بڑھ گئی۔

(جاری ہے)

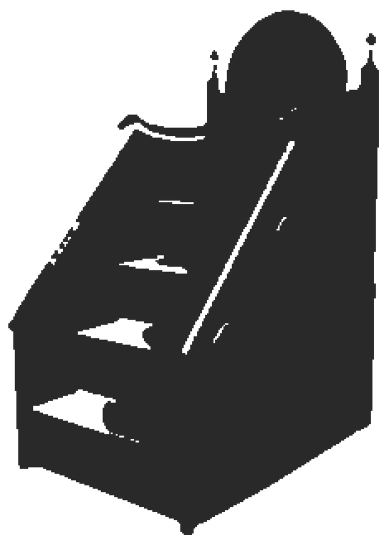

روز قیامت: حقیقی بدلہ کا دن

(سورۃ الرحمٰن کی آیات 31 تا 34 کی روشنی میں)

جامع مسجد شادمان ٹاؤن کراچی میں امیر تنظیم اسلامی محترم شجاع الدین شیخ حفظہ اللہ کے 5 نومبر 2021ء کے خطابِ جمعہ کی تلخیص

خطبہ مسنونہ اور تلاوت آیات کے بعد!

ہم سورۃ الرحمان کا سلسلہ وار مطالعہ کر رہے ہیں۔ اس سورت میں انسانوں اور جنات کو مخاطب کر کے انہیں ان نعمتوں کی یاد دلائی گئی جو ان کے لیے اس دنیا میں پیدا کی گئی ہیں اور پھر اللہ کی قدرتوں اور نشانیوں کی یاد دلا کر بار بار یہ فرمایا گیا ہے:

﴿فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝۳۰﴾ (الرحمٰن:30) ”تو تم دونوں اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں اور قدرتوں کو جھٹلاؤ گے؟“

اپنی بے شمار نعمتوں اور نشانیوں کی یاد دلانے کے بعد اللہ تعالیٰ ان دونوں گروہوں سے یہاں پھر مخاطب ہو رہا ہے:

﴿سَنَفْرُغُ لَكُمْ اَيُّهَ الثَّقَلٰنِ ۝۳۱﴾ (الرحمٰن:31) ”ہم جلد ہی فارغ ہو جائیں گے تمہارے لیے' اے دو بھاری قافلو!“

﴿فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝۳۲﴾ (الرحمٰن:32) ”تو تم دونوں اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں اور قدرتوں کا انکار کرو گے؟“

الثقلان کا لفظ ان دو بڑے گروہوں یعنی جنات اور انسانوں کے لیے یہاں آیا ہے۔ ان دونوں گروہوں پر بہت بھاری ذمہ داریاں ہیں۔ سَنَفْرُغُ کا لفظ فراغت سے ہے۔ اردو میں ہم فراغت کا لفظ کسی اور مفہوم میں استعمال کرتے ہیں لیکن یہاں یہ مطلب نہیں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے پاس وقت ہی نہیں کہ وہ ان دونوں گروہوں سے جلدی سے حساب کتاب لے سکے۔ معاذ اللہ۔ بلکہ یہاں اصل مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ہر چیز کا ایک وقت معین ہے۔ جیسے کہ قرآن حکیم میں ہم پڑھتے ہیں:

﴿كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۝۲۶﴾ (الرحمٰن:26) ”جو کوئی بھی اس (زمین) پر ہے فنا ہونے والا ہے۔“

دنیا میں جو بھی چیز پیدا کی گئی ہے اسے آخر فنا ہو جانا ہے، جس طرح انسان پیدا ہوتا ہے تو ایک دن مرجاتا ہے، اس کی موت کا وقت معین ہے اسی طرح ایک وقت آئے گا کہ یہ عالم بھی فنا ہو جائے گا اور اس کا بھی وقت معین ہے۔ اس کے بعد بدلے کا دن قائم ہوگا اور ان دونوں بڑے گروہوں یعنی جنات اور انسانوں سے حساب

مرتب: ابوابراھیم

کتاب لیا جائے گا۔ یہاں سَنَفْرُغُ سے مُراد یہ ہے ہم عنقریب تمہاری طرف متوجہ ہوں گے۔ یعنی یہ نہ سمجھو کہ زندگی تمہیں دے دی گئی تو تمہیں موت آجائے گی، اس کے بعد کچھ بھی نہیں ہوگا۔ ایسا نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے ہم متوجہ ہوں گے تمہاری طرف۔ یہ دنیا تو عمل کا میدان ہے، یہاں اللہ تعالیٰ نے ان دونوں گروہوں کو چھوٹ دے رکھی ہے۔

﴿اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا ۝۳﴾ ”اب چاہے تو وہ شکر گزار بن کر رہے چاہے ناشکرا ہو کر۔“

اللہ تعالیٰ نے یہ اختیار ان دونوں گروہوں کو اس لیے دیا ہے کیونکہ اس دنیا میں ان دونوں کا امتحان ہو رہا ہے۔ ان دونوں گرہوں میں سے جو بھی آج اس دنیا میں جو کچھ کر رہا ہے کل اس کا اس سے حساب لیا جائے گا۔ یہاں مقصد ان کو یہ باور کرانا ہے کہ بے شک یہاں تم کو چھوٹ دے دی گئی ہے تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ آج جو تم موج مستی میں اور اللہ تعالیٰ کی معصیت میں وقت برباد کر رہے ہو، اللہ تعالیٰ کے احکامات کو پس پشت ڈال رہے ہو تو اس کا حساب نہیں لیا جائے۔ ایسا ہرگز نہیں ہے بلکہ ایک دن معین ہے جب ان سب کاموں کا حساب لیا جائے۔ اسی طرح آج اگر تم اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری اختیار کر رہے ہو، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کی روش اختیار کر رہے ہو، آج اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی خاطر اپنی خواہش کو قربان کرتے ہو اور رب کی خواہش پر عمل کرتے ہو تو اللہ تمہاری طرف بھی متوجہ ہوگا۔ اسی طرح آج اگر اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل درآمد میں تمہیں پریشانیاں اور تکالیف آتی ہیں تو اللہ تمہاری طرف بھی متوجہ ہوگا اور تمہاری نیکی ضائع نہیں جائے گی۔ یہ مشقتیں رائیگاں نہیں جائیں گی۔ یہ دنیا دارالامتحان ہے اور آخرت دارالجزاء ہے۔ وہاں ہر اچھے اور برے عمل کا بدلہ سامنے آ کر رہے گا۔ اس میں فرمانبرداروں کے لیے تسلی ہے اور نافرمانوں کے لیے تنبیہ اور وارننگ ہے۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ دنیا میں ہم آزاد ہیں جو چاہیں سو کر لیں۔ ایسا ہرگز نہیں ہے۔ یہ زندگی بے مقصد نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کو با مقصد طور پر بنایا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۭ﴾ (الانعام:73) ”اور وہی ہے جس نے آسمان اور زمین بنائے

ہیں حق کے ساتھ۔‘‘

اسی طرح انسان کی تخلیق بھی بامقصد ہے:

﴿اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۱۵﴾﴾ (المومنون:115) ’’کیا تم نے سمجھا تھا کہ ہم نے تمہیں بے کار پیدا کیا تھا اور یہ کہ تم ہماری طرف لوٹائے نہیں جاؤ گے؟‘‘

یہ ساری کائنات اللہ نے ایک مقصد کے تحت بنائی ہے اور اس میں انسانوں اور جنات کے لیے بے شمار نعمتیں اور فائدے ہیں جن کی وجہ سے جنات اور انسانوں کی دنیوی زندگی کی ضروریات پوری ہو رہی ہیں۔ یہ رات اور دن کا نظام، یہ سورج، چاند ستاروں کا نظام، یہ موسموں کا تغیر و تبدل، ان سب میں انسانوں اور جنات کے لیے اس قدر فوائد ہیں کہ ایسا لگتا ہے کہ یہ کائنات جنوں اور انسانوں کی خدمت میں لگی ہوئی ہے۔ جیسے فرمایا:

﴿وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ ط﴾ ’’اور اُس نے مسخر کر دیا تمہارے لیے اپنی طرف سے جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے سب کچھ۔‘‘ (الجاثیہ:13)

انسانوں اور جنات کی زندگی کا تسلسل ان بے شمار نعمتوں کی بدولت قائم ہے۔ اگر یہ نعمتیں نہ ہوں تو اس جہاں میں زندگی کا خاتمہ ہو جائے۔ تو ذرا سوچیے! کہ جب اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کو بے مقصد نہیں بنایا تو انسانوں اور جنات کو کیوں بے مقصد پیدا کرے گا؟

﴿فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۳۲﴾﴾ (الرحمٰن:32) ’’تو تم دونوں اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں اور قدرتوں کا انکار کرو گے؟‘‘

یہ قیامت کا برپا ہونا بھی اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے تاکہ مجرمین کو سزا ملے اور حقداروں کو حق ملے۔ اس دنیا میں کتنے ہی فرمانبردار اور نیک لوگ ہیں اُن کی نیکیوں کا بدلہ اس دنیا میں ممکن نہیں۔ کتنے ہی انبیاء اور اہل ایمان اللہ کی راہ میں شہید ہو گئے، ان کی محنتوں کا نتیجہ اس دنیا میں سامنے نہیں آیا۔ کیا ان کو بھی کچھ بدلہ ملنا چاہیے یا نہیں؟ اس دنیا میں تو ان کی قربانیوں کا بدلہ دیا جانا ممکن نہیں۔ اسی طرح اس دنیا میں بہت بڑے بڑے مجرمین بھی ہیں کیا ان کو ان کے جرم کے مطابق سزا دی جاسکتی ہے؟ مثلاً اگر ایک شخص سو افراد کو قتل کر دے یا ہزاروں کو مار ڈالے تو زیادہ سے زیادہ اس کو سزا کے طور پر ایک ہی بار قتل کیا جاسکتا ہے۔ باقی ہزاروں افراد کے قتل کا بدلہ کیسے چکایا جائے گا؟ لہٰذا اس اعتبار سے یہ دنیا نامکمل ہے۔ یہاں پورا بدلہ اور سزا نہیں دی جاسکتی۔ یہ دنیا اخلاقی اعتبار سے یعنی اخلاقی اعمال کے نتائج کے اعتبار سے بھی نامکمل ہے۔ مثال کے طور پر دنیا میں کچھ مادی قوانین ہوتے ہیں اور کچھ اخلاقی قوانین ہوتے ہیں۔ مادی قوانین کے نتائج فوری سامنے آجاتے ہیں۔ مثلاً کوئی شخص آگ میں کودے گا تو جل جائے گا، ساتویں منزل سے کودے گا تو مر جائے گا۔ زہر پیئے گا تو مر جائے گا۔ یہ مادی قوانین ہیں ان کے نتائج فوری سامنے آجاتے ہیں، لیکن کچھ اخلاقی قوانین ہیں ان کے نتائج فوری سامنے نہیں آتے۔ مثلاً ہم سب کو معلوم ہے کہ جھوٹ بولنا غلط ہے۔ ہمارے ساتھ اگر کوئی جھوٹ بولے یا دھوکہ کرے تو ہمیں بُرا لگے گا۔ لیکن اگر ہم خود جھوٹ بولیں تو ہماری زبان کٹے گی نہ زبان پر چھالہ پڑے گا۔ اسی طرح غیبت اتنا بڑا جرم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

’’اور تم میں سے کوئی دوسرے کی غیبت نہ کرے۔ کیا تم میں سے کوئی شخص پسند کرے گا کہ اپنے مُردہ بھائی کا گوشت کھائے؟ یہ تو تمہیں بہت ناگوار لگے گا۔‘‘ (الحجرات:12)

پریس ریلیز 26 نومبر 2021ء

سیکنڈلز کی سیاست ہمارے معاشرے پر بدنما داغ ہے

شجاع الدین شیخ

سیکنڈلز کی سیاست ہمارے معاشرے پر بدنما داغ ہے۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر شجاع الدین شیخ نے ایک بیان میں کہی۔ اُنھوں نے کہا کہ ملک شدید ترین داخلی اور خارجی خطرات سے دوچار ہے جبکہ ہمارے سیاست دان ملکی مسائل پر توجہ دینے کی بجائے ایک دوسرے پر کیچڑ اُچھال رہے ہیں۔ اُنھوں نے کہا کہ سیاست کے بنیادی اُصول اور نظریات سیاست دانوں کی نظر سے مکمل طور پر اوجھل ہو چکے ہیں اور وہ محض ذاتیات کی سیاست کر رہے ہیں۔ اُنھوں نے کہا کہ اگر سب اِس اُصول پر سختی سے عمل درآمد کریں کہ وہ اپنے اپنے دائرہ کار میں رہتے ہوئے اپنے فرائض ادا کریں گے اور کسی صورت میں آئین میں دیے گئے اختیارات سے تجاوز نہیں کریں گے تو اِس طرح کے مسائل کھڑے نہیں ہوں گے۔ اُنھوں نے کہا کہ اِس پیچیدہ صورتِ حال کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے ادارے اپنی حدود کو خود ہی پامال کرتے ہیں اور سیاست دان ان اداروں کو مداخلت کی باقاعدہ دعوت دیتے ہیں جس سے ملک میں سیاسی اور معاشی عدم استحکام پیدا ہوتا ہے اور دنیا بھر میں جگ ہنسائی کا باعث بنتا ہے۔ اُنھوں نے کہا کہ یہ تمام خرابیاں اور ہر طرف پھیلا ہوا بگاڑ درحقیقت صراطِ مستقیم سے ہٹ جانے کا نتیجہ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ سیاسی، معاشی اور معاشرتی سطح پر اگر ہم اسلام کے سنہری اُصولوں پر عمل کریں تو ملکی معاملات کو باوقار طریقے سے چلایا جاسکتا ہے۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت، تنظیم اسلامی، پاکستان)

لیکن اس کے باوجود جب کوئی کسی کی غیبت کرتا ہے تو اس کو خون کی اُلٹی آتی ہے نہ اس کے منہ کا ذائقہ بدلتا ہے، اس کا بلڈ پریشر کم یا زیادہ ہوتا ہے نہ شوگر کم ہوتی ہے۔ کچھ بھی نہیں ہوتا۔ یہ اخلاقیات کا میدان ہے۔ یہاں عقل نہیں وحی راہنمائی کرتی ہے۔ بہت سی چیزوں کو بندے برا نہیں سمجھ پا رہے ہوتے خالق بتاتا ہے کہ بری ہے، خالق کے پیغمبرؑ بتاتے ہیں کہ بری ہے۔ لیکن ان اخلاقی قوانین کی خلاف ورزی کے نتائج اکثر دنیا میں سامنے نہیں آتے۔ دنیا میں بعض اوقات اس کی سزا نہیں ملتی لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ ان جرائم پر کوئی پوچھنے والا نہیں ہے۔ ایک دن آئے گا جب ایک ایک عمل کا حساب دینا پڑے گا اور ذرا برابر بھی کسی کے ساتھ ناانصافی نہیں ہوگی۔

بعض اوقات اس دنیا میں بھی ایسے جرائم کی سزا افراد اور قوموں کو مل جاتی ہے۔ جیسے حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم ناپ تول میں کمی بیشی کرتی تھی، حضرت لوط علیہ السلام کی قوم معاشرتی برائیوں میں مبتلا تھی، حضرت نوح علیہ السلام کی قوم شرک میں مبتلا تھی، ان سب قوموں کو اللہ نے دنیا میں بھی سزا دی اور ان کو پورا پورا بدلہ ان کے اعمال کا آخرت میں دیا جائے گا۔ لہٰذا آخرت کا برپا ہونا بھی اللہ کی ایک بہت بڑی نعمت ہے کیونکہ اس دن پورا پورا انصاف ہوگا، ظالموں کو ان کے ظلم کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا جبکہ نیک لوگوں کو ان کی نیکیوں کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ جو ایمان والے ہیں، خیر کا کام کرنے والے ہیں، نیک اعمال کرنے والے ہیں جو دنیا میں بہرحال مشقتیں جھیلتے ہیں، مشکلات آتی ہیں، گناہوں سے بچنے میں نفس کی خواہش کی قربانی دینا پڑتی ہے، حرام سے بندہ بچتا ہے تو کئی مرتبہ روکھی سوکھی پر گزارہ بھی کرنا پڑتا ہے، دین کی دعوت کے لیے اٹھے گا، دین کے نفاذ کی جدوجہد کے لیے اٹھے گا، اللہ کے کلمہ کی سربلندی کے لیے محنت کرے گا تو وقت بھی دینا پڑے گا، جان بھی لگانی پڑے گی، مال بھی لگانا پڑے گا، لوگوں کی کڑوی باتیں بھی سننا پڑیں گی، زبانی تشدد سے آگے بڑھ کر جسمانی تشدد بھی برداشت کرنا پڑے گا۔ یہ سارا کچھ جو اللہ کے نیک بندے برداشت کر رہے ہیں بظاہر دنیا میں اس کا نتیجہ سامنے نہیں آ رہا۔ مکمل نتائج اور مکمل انصاف کے لیے ایک دن مقرر ہے اور اس کے لیے قیامت کا برپا ہونا بھی اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ آگے ارشاد ہوا:

﴿يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا ۭ﴾ ’’اے گروہ جن وانس! اگر تم طاقت رکھتے ہو کہ آسمانوں اور زمین کے کناروں سے نکل بھاگو تو نکل بھاگو۔‘‘ ﴿لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ ۝۳۳﴾ (الرحمٰن:33) ’’تم نکل نہیں سکو گے مگر (اللہ کی) سند کے ساتھ۔‘‘

زیر مطالعہ آیات میں پہلے یہ ذکر آیا کہ جنات اور انسان اس دنیا میں یونہی پیدا کر کے نہیں چھوڑ دیے گئے کہ جو جی چاہیں کریں بلکہ ایک دن اُن کو ان کے اعمال کا پورا پورا حساب دینا پڑے گا۔ تمہاری پیشی ہوگی اور اب یہاں یہ بتایا جا رہا ہے کہ تم اس حساب کتاب سے بھاگ نہیں سکتے۔ یہ مت سمجھو جس طرح تم دنیا میں سزا سے بھاگ جاتے ہو تو بچ جاتے ہو آخرت میں بھی بھاگ جاؤ گے۔ ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔ کیا تمہارے بس میں ہے کہ تم اللہ کی قدرت اور اللہ کے علم سے باہر چلے جاؤ۔ اگر تم بھاگ سکتے ہو تو بھاگ کر دکھاؤ۔ تم ہرگز اس کی پکڑ سے بچ نہیں سکتے۔ یا تم یہ سمجھو کہ مرنے کے بعد مٹی میں دفن کر دیا، سمندر میں ڈوب گیا، یا خلاء میں مر گیا تو دوبارہ تمہیں زندہ نہیں کیا جائے گا، یہ بھی تمہاری بھول ہے۔ اللہ تعالیٰ تو اس پر بھی قادر ہے۔ سورہ قٓ میں فرمایا:

’’ہم خوب جانتے ہیں کہ زمین ان میں سے کیا چیز کم کرتی ہے۔ اور ہمارے پاس تو ایک محفوظ رکھنے والی کتاب بھی موجود ہے۔‘‘ (قٓ:4)

اگر جنات اور انسانوں کے مردہ اجسام کے اجزاء کائنات کے کسی بھی حصے میں ہوں تو اللہ تعالیٰ انہیں دوبارہ جمع کرنے اور ان کو زندہ کرنے پر قادر ہے۔ انسان کو پانی کے ایک گندے قطرے کے معمولی جز سے اللہ نے پیدا کر دیا۔ مرنے کے بعد وہ دوبارہ اجزاء میں تحلیل اور تقسیم ہو جائے گا تو کیا وہ اللہ کے علم سے باہر چلا جائے گا؟ تمہارے بس میں ہے ہی نہیں کہ تم اللہ کے علم اور اللہ تعالیٰ کی قدرت سے باہر نکل جاؤ۔ تمہیں دوبارہ پیدا کرنا اس کے لیے کوئی مشکل نہیں، تمہاری ایک ایک بات سے واقف ہونا اس کے لیے کوئی مشکل نہیں۔ وہ اللہ فرماتا ہے:

’’اور ہم نے ہی انسان کو پیدا کیا ہے اور ہم خوب جانتے ہیں جو اُس کا نفس وسوسے ڈالتا ہے۔ اور ہم تو اُس سے اُس کی رگِ جاں سے بھی زیادہ قریب ہیں۔‘‘ (قٓ:16)

’’اور جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے خواہ تم اسے ظاہر کرو خواہ چھپاؤ اللہ تم سے اس کا محاسبہ کرے گا۔‘‘ (البقرۃ:284)

’’وہ کوئی لفظ بھی نہیں بولتا ہے مگر اُس کے پاس ایک مستعد نگران موجود ہوتا ہے۔‘‘ (قٓ:18)

’’تو جس کسی نے ذرّہ کے ہم وزن بھی کوئی نیکی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا۔ اور جس کسی نے ذرّہ کے ہم وزن کوئی بدی کی ہوگی وہ بھی اسے دیکھ لے گا۔‘‘ (الزلزال:8،7)

تمہارے باطن اور تمہارے ظاہر کی ہر بات، تمہاری نیت اور ارادے سب کچھ اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ جو کچھ تمہارے شعور میں ہے اور جو کچھ تمہارے تحت الشعور میں ہے اللہ اس سب سے واقف ہے۔ تم ایک لفظ جو زبان سے نکالتے ہو اور ایک ایک سوچ جو تمہارے دل و دماغ میں آتی ہے اللہ اس سے بھی واقف ہے۔

’’جس دن اللہ ان سب کو اٹھائے گا، پھر انہیں جتلا دے گا ان کے اعمال کے بارے میں جو انہوں نے کیے تھے۔ اللہ نے ان (اعمال) کو محفوظ کر رکھا ہے جبکہ وہ انہیں بھول چکے ہیں۔ اور اللہ تو ہر چیز پر خود گواہ ہے۔‘‘ (مجادلہ:6)

لوگ جو کچھ کرتے ہیں بھول جاتے ہیں، بڑی کمپنیز کے دفاتر میں ریکارڈنگ کے لیے سی سی ٹی وی کیمرے لگا رکھے ہیں، لیکن تیس چالیس دنوں کے بعد وہ ڈیٹا بھی اڑ جاتا ہے۔ لیکن اللہ نے ایک ایک سیکنڈ کی ریکارڈنگ بالکل محفوظ رکھنے کا اہتمام کیا ہوا ہے۔ روزِ محشر اللہ فرمائے گا:

’’پڑھ لو اپنا اعمال نامہ! آج تم خود ہی اپنا حساب کر لینے کے لیے کافی ہو۔‘‘ (بنی اسرائیل:14)

اس دنیا میں بعض اوقات مجرم بچ جاتا ہے، جج کو بھی سمجھ نہیں آتی، گواہ بھی نہیں مل پاتے، جرم ثابت نہ ہو سکا مگر مجرم کو خود تو پتا ہوتا ہے کہ اس نے کیا کیا ہے۔ وہ خود اپنے اوپر گواہ ہے اور قیامت کے دن اس کی آنکھ، اس کے کان، ہاتھ پیر سب گواہی دیں گے۔ آگے فرمایا:

﴿فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝۳۴﴾ (الرحمٰن:34) ’’تو تم دونوں اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں اور قدرتوں کا انکار کرو گے؟‘‘

لہٰذا حساب کتاب کے دن کا برپا ہونا، قیامت کا آنا بھی اللہ کی نعمت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس دن کی تیاری کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

پاکستان جسم ہے اور اسلام اس کی روح ہے۔ اسلام کے بغیر پاکستان ایک بے روح لاشہ کی مانند ہے۔ اگر یہ لاشہ اس طرح پڑا رہا اور اس میں جان نہ ڈالی گئی تو یہ پاکستان کے لیے بڑا مہلک ثابت ہوگا: ایوب بیگ مرزا

دنیا نے دیکھ لیا کہ افغان طالبان امن چاہتے ہیں جبکہ امن کی دعوے دار عالمی طاقتیں افغانستان میں امن نہیں چاہتیں: رضاء الحق

انقلاب جہاں بھی آتا ہے وہاں شروع میں مشکلات آتی ہیں، اگر افغان طالبان ہمت کریں تو تمام بحرانوں پر قابو پالیں گے: عظمت ممتاز ثاقب

میزبان: وسیم احمد

تنظیم اسلامی کے سالانہ اجتماع میں ”ملکی اور عالمی حالات کا تجزیہ“ کے موضوع پر حالات حاضرہ کے منفرد پروگرام ”زمانہ گواہ ہے“ میں معروف دانشوروں اور تجزیہ نگاروں کا اظہار خیال

سوال: دور حاضر میں چشم فلک نے افغانستان کی سرزمین پر ایک معجزہ رونما ہوتے ہوئے دیکھا ہے کہ ایک کمزور اور پسماندہ ترین قوم نے 20 سالہ جدوجہد کے بعد دنیا کے سب سے بڑے جنگی اتحاد نیٹو کو شکستِ فاش دی ہے اور طالبان کو افغانستان میں اقتدار حاصل کر کے دوسرا موقع میسر آیا ہے لیکن 3 ماہ گزرنے کے باوجود دنیا کے کسی ملک نے ان کی حکومت کو تسلیم نہیں کیا۔ افغانستان میں وسائل کی کمی کی وجہ سے شدید معاشی بحران پایا جاتا ہے۔ افغانستان میں افغان طالبان کی حکومت کو کیا بڑے چیلنجز درپیش ہوں گے؟ ان حالات میں کیا طالبان افغانستان میں خالص اسلامی نظام قائم کر پائیں گے یا وہ دنیاوی مصلحتوں کا شکار ہو کر اپنی حکومت کو تسلیم کروانے کی کوشش کریں گے؟

رضاء الحق: بظاہر جو شواہد نظر آرہے ہیں ان کے مطابق افغان طالبان مصلحت کا شکار نہیں ہوں گے۔ ان شاء اللہ! اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ انہیں ثابت قدم رکھے۔ افغان طالبان کی بیس سالہ جدوجہد کی ایک تاریخ ہے۔ امریکہ اور اس کے اتحادیوں کا اصل ٹارگٹ اس اسلامی نظام کو ختم کرنا تھا جو طالبان نے افغانستان میں قائم کیا تھا۔ اس کے لیے نائن الیون کا ڈراما رچایا گیا۔ پھر عسکری لحاظ سے اور ڈپلومیٹک طریقے سے ان کی پوری کوشش تھی کہ افغان طالبان کو بیک فٹ پر لے جایا جائے۔ 2011ء میں مذاکرات شروع ہوئے اور 2020ء میں ٹرمپ کے دور میں جا کر امن معاہدہ ہوا۔ اس وقت عالمی میڈیا دنیا کو یہ باور کرانے کی کوشش کر رہا تھا کہ افغان طالبان دنیا کی حقیقتوں کو جانتے ہی نہیں۔ وہ غاروں میں رہنے والی قوم ہے اور وہی امن کو خراب کرنے والے ہیں، وہ چاہتے ہی نہیں ہیں کہ امن قائم ہو۔ لیکن جب امن معاہدہ ہوا اور اس کے بعد امریکہ اور اس کی کٹھ پتلی افغان حکومت وہاں سے بھاگ گئے تو بالکل صاف نظر آرہا تھا کہ افغان طالبان ہی امن کی طرف پیش قدمی کر رہے ہیں دوسرے امن نہیں چاہتے۔ جب افغان طالبان نے کابل کا کنٹرول سنبھالا تو دنیا کے تجزیہ نگار،

مرتب: محمد رفیق چودھری

تھنک ٹینکس، سیاسی لیڈران نے میڈیا کے ذریعے یہ کہنا شروع کر دیا کہ ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ طالبان صحیح کرتے ہیں یا نہیں کرتے حالانکہ افغان طالبان نے بھیک میں ان سے حکومت نہیں لی تھی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ افغان طالبان کو بہت زیادہ چیلنجز درپیش ہیں۔ خاص طور پر معاشی طور پر انہیں ایک بڑے چیلنج کا سامنا ہے۔ اس وقت وہاں پر خوراک کا بحران ہے لیکن اس کے باوجود انہوں نے بہت اچھے طریقے سے انتظام چلانا شروع کیا ہے۔ حالانکہ ان کی حکومت کو چین اور روس سمیت دنیا میں کسی نے بھی ابھی تک تسلیم نہیں کیا۔ جہاں تک مسلمان ممالک کا تعلق ہے تو ان کی اپنی کوئی خارجہ پالیسی نہیں ہے۔ ان میں سے زیادہ تر مغرب کو ہی فالو کرتے ہیں۔ اس کے بعد افغان طالبان کو دہشت گردی کا بھی سامنا ہے جس میں سب سے زیادہ داعش ملوث ہے۔ بلیک واٹر کے تقریباً 17000 کرائے کے قاتل افغانستان میں استعمال کیے گئے اور داعش کے بارے میں بھی ہیلری کلنٹن نے خود کہا تھا کہ وہ ہم نے بنائی ہے۔ یہ سب ہتھکنڈے افغان طالبان کو دباؤ میں لانے کے لیے استعمال کیے جا رہے ہیں تاکہ وہ عالمی نظام اور قوانین کو قبول کر لیں۔ لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا افغان طالبان نے بیس سال جدوجہد اس لیے کی ہے کہ وہ مغربی نظام اور تہذیب کو نافذ کریں؟ مشکلات بہت ساری ہیں لیکن امید کی جاسکتی ہے کہ افغان طالبان اپنے مقصد سے پیچھے نہیں ہٹیں گے۔ افغانستان کے تمام ایسے لوگ جو طالبان کی اسلامی حکومت کو چیلنج نہیں کر رہے ان کو حکومت میں لیا جاسکتا ہے اور لیا گیا ہے لیکن سب کو آن بورڈ لے کر حکومت بنانا کسی کے لیے بھی ممکن نہیں ہے۔ بہر حال ہم دعا گو ہیں کہ مستقبل میں افغانستان دیگر مسلمان ممالک بلکہ پوری دنیا کے لیے روشنی کا ایک مینار بن کر ابھرے۔ آمین!

عظمت ممتاز ثاقب: طالبان نے کام کے بدلے اناج لوگوں میں تقسیم کیا ہے۔ اس سے فوڈ کے بحران میں بہتری آئے گی۔ خبریں آرہی ہیں کہ پاکستان اور افغانستان لوکل کرنسی میں ڈیل کر رہے ہیں۔ وہاں سے ہمارے پاس کافی معدنیات اور پھل فروٹ آرہے ہیں۔ پہلے جو کچھ وہاں سے بلیک میں آتا تھا اب اس کو ایف بی آر وصول کرتی ہے۔ ایران کی بھی خواہش ہے کہ ان کا تیل افغانستان میں جائے۔ اصل بات یہ ہے کہ انقلاب جہاں پر بھی آتا ہے تو اس کو شروع میں مشکلات پیش آتی ہیں۔ سب سے پہلے داخلی امن قائم کرنا ہوتا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے ڈھائی سال یہی کیا۔ پھر لوگوں کی خوراک کا مسئلہ حل کرنا ہوتا ہے اور پھر تیسری چیز ادارہ سازی ہوتی ہے۔ اس دوران بھوک اور ہمسایہ ممالک سے کوئی جنگ بھی مسلط ہو سکتی ہے لیکن چونکہ طالبان کی

لیڈرشپ بالکل عوام کے لیول پر رہ رہی ہے لہٰذا عوام کی مدد ان کو ضرور حاصل ہوگی۔ اگر وہ ہمت کر کے چلیں گے تو تمام بحرانوں پر قابو پالیں گے۔

سوال: امریکہ افغانستان میں اپنی شکست کی مکمل ذمہ داری پاکستان پر ڈالتے ہوئے معاشی، سفارتی اور بین الاقوامی دباؤ کے ذریعے پاکستان کے خلاف بڑے سنگین عملی اقدامات کرتا ہوا نظر آرہا ہے۔ اس مشکل صورتِ حال سے نمٹنے کے لیے پاکستان کو کیا لائحہ عمل اختیار کرنا چاہیے؟

ایوب بیگ مرزا: یہ بات درست ہے۔ اس کی وجہ امریکہ کا تکبر ہے۔ یعنی اپنے بارے میں یہ سمجھنا کہ ہم جیسا کوئی نہیں ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ امریکہ انسانی تاریخ کی سب سے بڑی طاقت ہے لیکن دوسری طرف یہ بھی حقیقت ہے کہ دنیا کے پسماندہ ترین لوگوں نے امریکہ کو شکست دی ہے۔ یہ معجزہ ہے۔ بہرحال وہ پاکستان پر اپنی شکست کا ملبہ ڈال رہا ہے۔ سوال یہ ہے کہ دشمن ہونے کے ناطے وہ کیوں پاکستان پر یہ ملبہ نہ ڈالے۔ بیس سال پہلے جب امریکہ یہاں آیا تو دنیا یونی پولر تھی یعنی امریکہ سپریم پاور آف دی ورلڈ تھا۔ امریکہ نے سپرمیسی کو بیس سال افغانستان میں کھپایا، وسائل جھونک دیے، وقت ضائع کیا جبکہ دوسری طرف چین اور روس نے ان بیس سالوں کو اپنی طاقت بڑھانے میں صرف کیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ دنیا اب یونی پولر نہیں رہی بلکہ ملٹی پولر ہوگئی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ امریکہ عرش سے فرش پر گرا ہے اور اس کا بہت برا حال ہوا ہے۔ لیکن ہمیں ماننا چاہیے کہ وہ اب بھی ایک طاقتور ترین ملک ہے۔ اس لیے امریکہ پاکستان کے لیے مشکلات پیدا کر رہا ہے۔ امریکی وزیر خارجہ بلنکن نے سینٹ میں بریفنگ دیتے ہوئے پاکستان کا نام لے کر کہا کہ پاکستان ان ملکوں میں شامل ہے جو ہمارا ہی مال کھاتے رہے اور ہمارے ہی خلاف دہشت گردی کرتے رہے۔ بریفنگ کے علاوہ امریکی سینٹ میں باقاعدہ پاکستان کے خلاف بل پیش کیا گیا۔ اس کا پاکستان کے پاس شارٹ ٹرم حل یہ ہے کہ پاکستان اپنے اندرونی معاملات جیسے مہنگائی، بے روزگاری، کرپشن، بددیانتی اور آپس کی سیاسی دشمنی، فرقہ واریت وغیرہ ختم کرے۔ ایسے اختلافات جو انتشار پیدا کرتے ہیں اور ملکی امن عامہ خراب کرتے ہیں ان کو ختم کرنے کی کوشش کی جائے، بالخصوص علماء اس معاملے میں آگے بڑھ کر حکومت سے تعاون کریں۔ وہ سمجھیں کہ طالبان کی اس کامیابی سے پاکستان پر بہت بڑا پریشر آرہا ہے، پاکستان کو موردِ الزام ٹھہرایا جارہا ہے لہٰذا وہ آگے آئیں اور مذہبی معاملات میں ہم آہنگی پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ پھر پاکستان جغرافیائی سطح پر اپنے معاملات چین اور روس کے ساتھ بہتر کرے۔ پاکستان کی سب سے بڑی کمزوری اس کی کمزور معیشت ہے اور یہ بگاڑ تقریباً پون صدی سے چل رہا ہے کیونکہ ہمارے 85 فیصد وزیر خزانہ تو امریکہ نے ہی لگوائے ہیں جو ورلڈ بینک اور آئی ایم ایف کے ملازم تھے اور انہوں نے پاکستان کو معاشی غلام بنا دیا۔ لہٰذا اس غلامی سے نکلنے کے لیے ہمیں اپنی معیشت ٹھیک کرنی چاہیے۔ پاکستان میں معدنیات موجود ہیں خصوصاً بلوچستان کی معدنیات کو اگر explore کیا جائے

> شرم کا مقام یہ ہے کہ UAE، بحرین اور چند مسلم ممالک بھی اسرائیلی جنگی مشقوں میں حصہ لے رہے ہیں۔

تو ہماری معاشی صورتحال بدل سکتی ہے۔ لیکن دشمن ہمارے سر پر چڑھا ہوا ہے اور داخلی طور پر یہاں اتنے مافیاز ہیں کہ وہ explore کرنے دیتے ہی نہیں۔ سب سے اہم چیز اپنی حالت بہتر کرنا ہے تاکہ جب ہم دوسروں کے محتاج نہیں رہیں گے تو پھر ہمارے پاس موقع ہوگا کہ ہم اپنے ملک میں آزاد خارجہ پالیسی بناسکیں گے۔ لانگ ٹرم حل یہ ہے کہ پاکستان کی بنیاد کو مضبوط کیا جائے۔ پاکستان کی بنیاد اسلام ہے، اسلام کے نعرے پر ہی 1946ء کے انتخابات میں مسلم لیگ کو سیٹیں ملیں۔ اب پاکستان مضبوط بھی اسلام کے نفاذ سے ہی ہوگا۔

سوال: امریکہ اور اس کے اتحادی Quad اور Aukus کی بنیاد پر چین کے گرد گھیرا تنگ کرتے ہوئے نظر آرہے ہیں۔ دوسری طرف چین بھی معاشی اور عسکری طور پر پوری تیاری کر چکا ہے۔ کیا آپ کو یہ خطہ نئی کشیدگی کی طرف بڑھتا ہوا نظر آرہا ہے؟

عظمت ممتاز ثاقب: سادہ سی مثال ہے کہ کسی علاقے میں کوئی بڑا جاگیردار ہو تو وہاں کوئی دوسرا جاگیردار اُٹھ کھڑا ہو جائے تو پہلے جاگیردار کے لیے اس کو برداشت کرنا مشکل ہو جائے گا۔ وہ اسے سادہ طریقے سے پہلے روکنے کی کوشش کرے گا، اس کے بعد اس کا راستہ بند کرے گا، پانی بند کرنے کی کوشش کرے گا، یعنی بدمعاشی پر اُتر آئے گا اور ہوسکتا ہے آخر میں اسے مارنے کی بھی کوشش کرے۔ اسی طرح چین کے خلاف امریکہ نے فوری کوئی سخت اقدام نہیں کیا بلکہ ایک پلاننگ کے تحت اس کا گھیرا تنگ کر رہا ہے۔ پہلے اس کے ساتھ تجارتی مقاطعہ کر دیا، اس کے بعد Huawei کے فائیو جی پر پابندیاں عائد کر دیں، اسی طرح اور بھی کئی پابندیاں لگائیں لیکن ابھی تک چین پیچھے نہیں ہٹا۔ اس کے مقابلے میں چین نے ایسے خلائی ہتھیار بنا لیے جو ابھی تک امریکہ نے نہیں بنائے۔ پھر سائبر وار فیئر میں بھی چین بہت آگے نکل گیا ہے۔ اس وقت دنیا کا سب سے بڑا ایئرکرافٹ کیریئر نیول جہاز چین میں بن رہا ہے اور تکمیل کے مراحل میں ہے۔ ان چیزوں میں امریکہ چین کو روک نہیں سکا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ دنیا میں جتنے اڈے اور طاقت امریکہ کے پاس ہے وہ چین کے پاس نہیں ہے لیکن امریکہ کی کوشش ہے کہ چین کے گرد گھیرا تنگ کیا جائے۔ اس کے لیے سب سے پہلے امریکہ، آسٹریلیا، بھارت اور جاپان پر مشتمل چار رکنی کواڈ بنایا گیا تاکہ زمینی اور سمندری سطح پر چین کا راستہ روک کر اسے پسپائی پر مجبور کیا جائے۔ پھر اس کے بعد ایک اور اتحاد AUKUS کے نام سے بنایا گیا جس میں برطانیہ، آسٹریلیا اور امریکہ شامل ہیں۔ یہ نیا اتحاد بنانے کی ضرورت اس لیے پیش آئی کہ بھارت کا گراف مسلسل گر رہا ہے۔ اس نے پہلے پاکستان سے مار کھائی اور اس کے بعد چین سے بھی مار کھا رہا ہے جس پر امریکہ کو بہت غصہ ہے۔ پھر امریکہ کے منع کرنے کے باوجود انڈیا نے روس سے ایس 400 سسٹم خرید لیا اس پر بھی امریکہ کو غصہ ہے۔ یعنی انڈیا اب ایسا اتحادی ہے جس پر وہ سو فیصد اعتماد نہیں کرسکتے۔ امریکہ کو اس خطے میں اپنے ایڈوانس ٹیکنالوجی والے بحری بیڑے کی ضرورت تھی جس میں نیوکلیئر آبدوزیں بھی ہوں، اس کے لیے آسٹریلیا کی خدمات حاصل کی گئیں کیونکہ اس پر وہ اعتماد کرسکتے ہیں۔ جہاں تک جنگ کا تعلق ہے تو امریکہ، انڈیا اور چین تینوں نہیں چاہیں گے کہ جنگ ہو کیونکہ یہ سب سپر پاور بننا چاہ رہے ہیں اور جانتے ہیں کہ جنگ سے ان کی ترقی رک جائے گی۔ البتہ پہلی اور دوسری جنگ عظیم کی طرح کوئی تیسری قوت جنگ کی چنگاری بھڑکا سکتی ہے۔ یہاں پر خطرہ یہ

ہے کہ یہ ممالک اپنی ٹیکنالوجی بڑھا رہے ہیں، ایک دوسرے کو آنکھیں دکھا رہے ہیں یعنی لڑائی کرنے کے موڈ میں تو ہیں لیکن لڑنا نہیں چاہتے۔ ایسے میں گریٹر اسرائیل کی منصوبہ بندی کرنے والے کوئی چنگاری پھینک کر یہ جنگ شروع کر وا سکتے ہیں تا کہ دنیا تباہ ہو جائے اور اسرائیل سپر پاور بن جائے۔

ایوب بیگ مرزا: اس میں کوئی شک نہیں کہ امریکہ اور چین جنگ نہیں کرنا چاہتے لیکن دنیا جس طرف جا رہی ہے بظاہر ایسا لگ رہا ہے کہ یہ جنگ ناگزیر ہوگئی ہے۔ یہ جنگ انڈیا اور چین شروع کر سکتے ہیں، پاک بھارت جنگ بھی ہو سکتی ہے اور اس میں امریکہ بھی کود سکتا ہے جس کی وجہ سے یہ عالمی جنگ بن جائے گی۔

رضاء الحق: اسرائیل کے لیے آغاز میں صہیونیوں نے کام شروع کیا، پہلے بالفور ڈیکلیریشن، پھر اسرائیل کا قیام اور پھر 1967ء کی جنگ، اس طرح مرحلہ وار وہ گریٹر اسرائیل کی جانب بڑھ رہے ہیں۔ وہ امن معاہدوں کے ذریعے فلسطینیوں کو دباتے گئے اور اسرائیل کی توسیع کرتے گئے۔ اب اسرائیل سپر پاور بننے کی تیاریوں میں ہے لیکن امریکہ کا سورج غروب ہوگا تو ہی وہ سپر پاور بنے گا، اسی لیے اسرائیل جنگ چاہتا ہے۔

سوال: عرب سپرنگ کے بعد اسرائیل عرب ممالک پر سیاسی اور سفارتی سطح پر فیصلہ کن برتری حاصل کر چکا ہے۔ اور زمانہ گواہ ہے کہ عرب ملکوں کی رہی سہی جنگی صلاحیتوں کا ڈنگ بھی امریکہ اور اسرائیل مل کر نکال چکے ہیں۔ لیکن پھر بھی اسرائیل نے گزشتہ دنوں تاریخ کی سب سے بڑی جنگی مشقیں کیں۔ آپ کے خیال میں اسرائیل کس جنگ کی تیاری کر رہا ہے؟

رضاء الحق: دنیا کی نظر میں افغان طالبان کا سب سے بڑا جرم یہ ہے کہ وہ ایک اسلامی حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں۔ نیو ورلڈ آرڈر چاہے امریکہ کا ہو، چاہے چین کا ہو یا چاہے مسلم ممالک کی بات کی جائے تو ان میں سے کسی کے لیے بھی ایک اسلامی حکومت قابل قبول نہیں لیکن مذہب یا نسل کی بنیاد پر قائم ہونے والی ناجائز ریاست اسرائیل سب کے لیے قابل قبول نظر آتی ہے۔ گزشتہ کچھ عرصہ کے دوران اسرائیل نے دو تین کام ایسے کیے ہیں جن کو دیکھ کر لگتا ہے کہ دنیا میں جنگوں کے شعلے پھر بھڑک سکتے ہیں۔ پہلا یہ کہ اسرائیل یہودی آبادی کاری میں ہنگامی تیزی لا رہا ہے۔ خاص طور پر گولان کی پہاڑیوں، مشرقی یروشلم اور مغربی کنارے میں یہودی آبادی کو وہ دگنا کرنے جا رہے ہیں۔ دوسرا کام یہ ہو رہا ہے کہ اسرائیل اپنی تاریخ کی سب سے بڑی جنگی مشقیں کر رہا ہے۔ جن میں بری، بحری اور فضائی مشقوں کے علاوہ خلائی، سائبر وار فیئر اور کیمیکل وار فیئر کی مشقیں شامل ہیں۔ حالانکہ جنیوا کنونشن کے مطابق کیمیکل وار فیئر پر پابندی ہے۔ لیکن اس کی باقاعدہ اسرائیل میں مشقیں ہو رہی ہیں اور دنیا خاموش ہے۔ پھر اسرائیل کا ہر شہری فوجی ہے جس کو ریزرو کہا جاتا ہے اور ان ریزرو کی مشقیں بھی ہو رہی ہیں۔ لیکن شرم کا مقام یہ ہے کہ یو اے ای، بحرین اور چند مسلم ممالک بھی اس میں حصہ لے رہے ہیں۔ اسرائیل میں تمام لوگوں کا اس پر اجماع ہے کہ مسجد اقصیٰ اور قبۃ الصخرہ کو گرانا ہے کیونکہ یہاں تھرڈ ٹیمپل تعمیر ہونا ہے تاکہ یہاں ایک پرانے زمانے کی طرح کی اسرائیلی ریاست قائم کی جاسکے۔ اس ریاست کی سرحدوں کی نشاندہی تورات اور تالمود میں نیل سے فرات تک کی گئی ہے۔ اس گریٹر اسرائیل کے لیے ان کو ایک بڑی جنگ کی ضرورت ہے لیکن وہ جنگ بھی ان کا آخری ہدف نہیں۔ ان کی مذہبی کتابوں میں یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ گریٹر اسرائیل جب بنے گا تو ان کی عالمی حکومت قائم ہوگی اور ان کا مسایاح وہاں سے پوری دنیا پر حکومت کرے گا۔ نبی اکرم ﷺ کی پیشین گوئیوں کے مطابق وہ مسیح الدجال ہوگا۔ یہود اس کا باقاعدہ انتظار کر رہے ہیں۔ ان کے بقول ان کا ''گولڈن پیریڈ'' تب شروع ہوگا۔ ابھی وہ موجودہ دور کو دورِ انتشار (Diaspora) کہتے ہیں۔ یہ ان کا ایک پروگرام ہے اور جنگی مشقیں اس کا ایک حصہ ہیں۔

سوال: کیا اسرائیل ایران پر حملہ کرنے کا پلان رکھتا ہے؟ اگر اسرائیل ایسا کرتا ہے کہ تو اُس کی پشت پناہی کون کرے گا اور ایسے ممکنہ حملے کی صورت میں ترکی، چین اور روس کا ردِعمل کیا ہوگا؟ اور اگر خدانخواستہ جنگ شروع ہو گئی تو کیا یہ اس خطے تک محدود رہ سکے گی؟

ایوب بیگ مرزا: میں امریکہ اور اسرائیل کو بریکٹ کرتا ہے کیونکہ ان دونوں کا مطلب ایک ہے۔ گزشتہ تقریباً دو دہائیوں میں جتنی امریکہ نے ایران کو دھمکیاں دی ہیں، جس طرح اس کے لیے سخت اور برے الفاظ استعمال کیے ہیں شاید کسی ایک ملک نے دوسرے ملک کے لیے اتنے سخت الفاظ استعمال نہیں کیے۔ کئی دفعہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ شاید صبح تک جنگ شروع ہو جائے۔ امریکہ نے عراق کو اتنی دھمکیاں نہیں دی تھیں لیکن چند دنوں میں اس پر حملہ کرکے اس کو تباہ کر دیا۔ اسی طرح افغانستان پر چند دنوں میں دھمکیوں کے فوراً بعد حملہ کر دیا۔ لیکن ایران کو تو امریکہ نے گالیاں بھی دیں اور اتنا برا بھلا کہا جتنا کسی کو نہیں کہا اور ایران نے بھی زبانی طور پر جوابی کارروائی کی۔ لیکن یہ ہمیشہ زبانی کارروائی چلتی رہی۔ تاریخ شاہد ہے کہ امریکہ نے ایران کی سرزمین پر ایک پتھر بھی نہیں مارا۔ یعنی امریکہ نے ریاست ایران پر کبھی حملہ نہیں کیا۔ یہ باقاعدہ ایک نورا کشتی ہے اور امت مسلمہ کے خلاف باقاعدہ سوچی سمجھی سازش ہے اور اگر یہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ گزشتہ دو دہائیوں کے دوران ایسا محسوس ہوا کہ امریکہ ایران پر کبھی حملہ نہیں کرے گا۔ یعنی ایسا حملہ جو ایران کو جغرافیائی طور پر نقصان پہنچائے۔ کون نہیں جانتا ہے کہ امت مسلمہ میں شیعہ سنی مسئلہ چل رہا ہے اور مدت سے چل رہا ہے امریکہ اس کو exploit کرتا ہے، وہ ایک نظریاتی اختلاف کو جنگ کی صورت بنانا چاہتا ہے۔ جب وہ ایران کو برا بھلا کہتے ہیں اور اس کی طاقت کو مبالغے کے ساتھ بڑھا کر پیش کرتے ہیں تو اس سے عربوں کو ڈراتے ہیں۔ پھر ان کو اسلحہ بیچتے ہیں اور ان کو ایران کے خلاف کھڑا کرتے ہیں۔ ایران کو دھمکیاں دینا اور عربوں کو ایران کا ڈراوا دینا وہ اس وقت تک جاری رکھیں گے جب تک اسرائیل کو زمینی حملے کا خطرہ ہے۔ عراق سے یا شام سے خطرہ ہو سکتا تھا۔ شام کی گولان کی پہاڑیاں مشرق وسطیٰ میں کتنی اہمیت رکھتی ہے اس کا ہم اندازہ نہیں کر سکتے۔ لیکن وہاں یہودی آبادی کاریاں ہو رہی ہیں۔ دوسری طرف عرب تقریباً اسرائیل کے مقابلے میں زیر ہو چکے ہیں۔ کچھ کو عسکری طور پر اور کچھ کو سفارتی طور پر زیر کر دیا گیا ہے۔ عراق اور شام کو عسکری طور پر اور مصر، لبنان وغیرہ کو سفارتی سطح پر اپنے پاؤں میں گرا لیا۔ اب اسرائیل سمجھتا ہے کہ ایران میں بھی کھڑا ہونے کی کچھ جان ہے لہٰذا عین ممکن ہے اسرائیل یا امریکہ ایران پر کوئی حملہ کریں لیکن یہ حملہ زمینی نہیں ہوگا بلکہ فضائی ہوگا اور ایرانی تنصیبات پر ہوگا۔ پھر اس میں ایک اور چیز کا خطرہ ہے کہ جب وہ تنصیبات پر حملہ کر کے جنگ

کا ماحول پیدا کردیں گے تو دو چار میزائیل ایران سے بھی جوابی طور پر مارے گا۔ اسرائیل کے بھی کچھ مکان گرے ہوئے نظر آئیں گے۔ یعنی ایران پر فضائی حملہ کریں گے اور زمینی سطح پر عربوں کی طرف پیش قدمی کریں گے جبکہ عربوں کا حال یہ ہے کہ اگر اسرائیلی ان کی طرف پیدل چلنا شروع ہو جائیں تو وہ بیچارے گر جائیں گے۔

سوال: بھارت کا کشمیر کے مسلمانوں پر جاری ظلم وستم تھمنے کا نام نہیں لے رہا۔ دوسری طرف بھارت میں بھی مسلمانوں پر اب انتہا پسند ہندو اور بھارتی ریاست کھل کر حملہ آور ہو چکی ہے۔ ایک عرصہ سے بھارتی مسلمان یہ کہتے نظر آتے ہیں کہ انہیں بھارت میں ہندوؤں سے کوئی بڑا خطرہ نہیں ہے اور وہ بھارت میں محفوظ ہیں۔ کیا مودی حکومت اور آنے والے دور میں بھارت مسلمانوں کے لیے محفوظ نظر آتا ہے؟

عظمت ممتاز ثاقت: ہم جانتے ہیں کہ ہندوؤں کی برتری ہندوتوا کا پرانا ایجنڈا ہے۔ ایک بھارتی خاتون نے کہا کہ اب ہم اصلی آزاد ہوئے ہیں، یعنی مودی نے ہمیں آزاد کردیا۔ جس طرح ہندوانتہا پسند اپنے نقطۂ نظر سے اکھنڈ بھارت کی طرف بڑھ رہے ہیں اس کو وہ اپنی صحیح آزادی سمجھتے ہیں۔ دوسری طرف کشمیر کی خصوصی حیثیت ختم کرنے کے بعد انہوں نے دیکھ لیا کہ پاکستان سے کوئی ردعمل نہیں آیا لہٰذا وہ سمجھتے ہیں پاکستان سے انہیں کوئی خطرہ نہیں ہے۔ اب وہ بے خطر وہاں ڈیموگرافک چینج لا رہے ہیں۔ یعنی آبادی کا تناسب بدل رہے ہیں۔ پھر وہاں نو لاکھ فوج جو مظالم ڈھا رہی ہے اس پر دنیا خاموش ہے۔ اس کے علاوہ عرب ممالک کی بھی بھارت میں بہت انوسٹمنٹ ہے اس لیے بھارتی مسلمانوں کی آواز دبی ہوئی ہے۔ پہلے ہندوستان میں صرف مسلمانوں کو مارا جاتا تھا لیکن اب وہاں مسجدوں کو بھی گرا رہے ہیں۔ تیس چالیس مسجدیں یا تو انہوں نے گرادی ہیں یا ان پر قبضہ کر کے وہاں بت رکھ دیے ہیں۔ لیکن بھارتی مسلمانوں کی طرف سے ابھی تک کوئی ردعمل سامنے نہیں آیا۔ اسی طرح دوسری اقلیتوں کے خلاف بھی بھارتی سرکار اقدامات کر رہی ہے۔ خالصتان میں سکھوں کا احتجاج ہو رہا ہے، وہ اپنے مطالبات کے حق میں شدید احتجاج کر رہے ہیں۔ اب بھارت کے صف اول کے لیڈر بھی کہنے لگے ہیں کہ ہمیں خطرہ ہے کہ کہیں انڈیا ٹوٹ نہ جائے۔ اگرچہ مسلمانوں پر زیادہ ظلم ہو رہا ہے مگر ان سے پہلے دوسری اقلیتیں بھارت کے خلاف کھڑی ہو رہی ہیں۔ اس طرح کے احتجاج کو چین پوری طرح سپورٹ کرے گا۔ اب یہ بھی سننے میں آرہا ہے کہ لوگ اپنے اپنے اکثریتی علاقے میں جا رہے ہیں یعنی اگر سکھ ہندوؤں میں رہ رہے ہیں تو وہ سکھوں کی طرف آرہے ہیں۔

سوال: ایسی صورت حال میں انڈین مسلمانوں کو کیا کرنا چاہیے؟

عظمت ممتاز ثاقت: مسلمانوں کو چاہیے کہ سکھوں اور دوسری اقلیتوں کے ساتھ اپنے رابطے بڑھائیں، اپنا اتحاد قائم کریں اور پُرامن احتجاج کر کے اپنی طاقت دکھائیں ورنہ وہ دبتے چلے جائیں گے اور ان پر مظالم میں اضافہ ہی ہوگا۔

سوال: حکومت آج کل کالعدم تنظیم ٹی ٹی پی سے خفیہ مذاکرات کر رہی ہے۔ کیا کالعدم تنظیموں سے سیز فائر، مذاکرات اور امن معاہدے ملک میں جاری انتشار اور دہشت گردی کو روکنے میں موثر ثابت ہو سکتے ہیں۔ یہ بھی بتائیے کہ مذاکرات کے لیے کون سی شرائط ہونی چاہئیں؟

عظمت ممتاز ثاقت: ان مذاکرات میں افغان طالبان کا بہت بڑا کردار ہے، وہ ان کو facilitate کر رہے ہیں کیونکہ ٹی ٹی پی کے محفوظ ٹھکانے افغانستان میں ہی ہیں۔ اس لیے یہ مذاکرات افغانستان میں ہی شروع ہوئے ہیں۔ اصل میں ٹی ٹی پی میں دو تین قسم کے لوگ ہیں۔ ایک وہ ہیں جو ڈرون حملوں کی وجہ سے مظلوم ہیں جن کا نقصان ہوا اور وہ ردعمل میں خودکش بمبار بن گئے۔ دوسرے انڈیا کی ایجنسی ''را'' کے ہاتھوں استعمال ہو رہے ہیں، وہ کرائے کے قاتل ہیں۔ تیسرے وہ لوگ ہیں جو واقعی نظریاتی طور پر مخلص لوگ ہیں۔ سوال یہ ہے کہ کیا ٹی ٹی پی کے لوگ ان سب لوگوں کی نمائندگی کر رہے ہیں جو جنگ چاہتے ہیں؟ ایسا ہرگز نہیں ہے۔ وہاں مختلف گروپس ہیں جو پاکستان کے خلاف ہتھیار اٹھاتے ہیں۔ لیکن جب ٹی ٹی پی کے ساتھ مذاکرات ہو جائیں تو اس کے تعاون سے باقی تمام گروپس کو بھی محصور کیا جا سکتا ہے۔ اس میں حکومت کا بھی فائدہ ہے اور حکومت ان لوگوں کو بھی فائدہ پہنچانے کی کوشش کرے، وہاں ترقیاتی کام شروع کرے، ان کو ملازمتیں دے، روزگار دے اور جو مظلوم ہیں، جن کی دل شکنی ہوئی ہے ان کا حکومت حوصلہ بنے۔

سوال: ملک میں بڑھتی ہوئی مہنگائی کا سبب کس حد تک حکومت کی غلط معاشی پالیسیاں ہیں اور کس حد تک انٹرنیشنل مارکیٹ میں قیمتوں کے اُتار چڑھاؤ کا رول ہے؟

رضاء الحق: بڑھتی ہوئی مہنگائی میں کچھ چیزیں حکومت کی بدنیتی یا غلط پالیسیوں کا اشارہ کرتی ہیں جبکہ کچھ وجوہات ہمیں عالمی مارکیٹ میں نظر آتی ہیں اور کچھ وجوہات دنیا کے سرمایہ دارانہ نظام میں بھی موجود ہیں جن کی زد میں ہر ملک آئے گا کیونکہ یہ نظام دنیا کی امیر اور طاقتور اقلیت کو سپورٹ کرتا ہے، اس کے لیے کام کرتا ہے۔ کسی بھی حکومت میں معاشی پالیسیاں بنتی ہیں تو ان میں تسلسل بہت ضروری ہوتا ہے لیکن موجودہ حکومت میں ہمارے وزیر خزانہ بہت زیادہ بدلتے رہے جس کی وجہ سے معاشی پالیسیوں میں تسلسل نہیں رہا۔ پھر یہاں ٹیکسز کا نظام بھی استحصالی ہے۔ ڈائریکٹ ٹیکسز بہت کم ہیں جبکہ ان ڈائریکٹ ٹیکسز کی بھرمار ہے جس کی زد میں عام آدمی آتا ہے۔ اسی طرح کرپشن بھی بہت زیادہ ہے۔ پھر بہت زیادہ قرضے لیے گئے جن کو بھاری سود کے ساتھ واپس کرنا ہماری جی ڈی پی اور بجٹ پر بھاری بوجھ بن جاتا ہے۔ پھر یہاں مافیاز بہت مضبوط زیادہ ہیں جو سیاست اور معیشت دونوں پر اثرانداز ہو رہے ہیں۔ ان وجوہات کی وجہ سے پاکستان کی معیشت کو اچھے طریقے سے نہیں چلایا گیا جس کی وجہ سے مہنگائی کا طوفان سامنے آرہا ہے۔ عالمی وجوہات میں سب سے بڑی وجہ کورونا وائرس کی ہے جو تقریباً دو سال سے چل رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس موذی مرض سے تمام دنیا کو نجات عطا فرمائے۔ کورونا جب پھیلنا شروع ہوا تو دنیا کی کاروباری سرگرمیاں بند ہو گئیں جس کی وجہ سے مشکلات آنی شروع ہو گئیں۔ عالمی حالات کے تناظر میں کچھ معاملات مستقبل میں پاکستان کے لیے زیادہ مشکلات پیدا کریں گے۔ مثلاً:

1۔ ماحولیاتی تبدیلی کے حوالے سے COP 26 کانفرنس گلاسگو میں ہوئی۔ جس کے تحت پوری دنیا Fossil Fuel اور کوئلے سے دور جا رہی ہے جبکہ ہماری بہت زیادہ انوسٹمنٹ انہی پر ہو چکی ہے۔ اس وجہ سے بھی ہماری معیشت پر مشکلات آسکتی ہیں۔ ہمیں اس معاملے کو بہتر

کرنے کے لیے تیار ہونا چاہیے۔

2۔آئی ایم ایف پروگرام شروع سے ہی پاکستان میں مہنگائی کی وجہ بنتا رہا ہے۔اس وقت مہنگائی کی اصل وجہ روپے کی قدر جان بوجھ کر گرانا ہے۔آئی ایم ایف کی کچھ پری کنڈیشنز ہوتی ہیں۔ وہ کہتے ہیں آپ قیمتوں میں اضافہ کریں اور آپ کا سٹیٹ بینک آزاد ادارہ ہونا چاہیے۔یعنی سٹیٹ بینک کی ریاستی سطح پر کوئی پوچھ گچھ نہیں ہونی چاہیے۔یہ آئی ایم ایف کی طرف سے ہمارے اوپر دباؤ آرہا ہے۔یہ معاملات ہماری معیشت میں منفی طور پر اثرانداز ہو رہے ہیں جس کی وجہ سے مہنگائی اور افراطِ زر میں اضافہ ہوا ہے۔

سوال: پی ڈی ایم ایک مرتبہ پھر مختلف شہروں میں ریلیاں اور آخر میں اسلام آباد کی طرف لانگ مارچ کا اعلان کر چکی ہے آپ کو اِس تحریک کا کیا نتیجہ نکلتا نظر آتا ہے؟

ایوب بیگ مرزا: ہمارے ہاں جتنی بھی تحریکیں چلی ہیں وہ کبھی بھی نظریے کی بنیاد پر نہیں چلیں اور موجودہ پی ڈی ایم کی تحریک بھی صرف حکومت کا تختہ الٹنے کے لیے چلائی جارہی ہے۔ پاکستان میں تحریکوں کی تاریخ دیکھیں تو یہاں وہی تحریک کامیاب ہوسکتی ہے جس میں دو شرائط موجود ہوں ۔ یا تو آپ بہت بڑی عوامی حمایت حاصل کرلیں اور عوام کاریلہ حکومت کو بہا کرلے جائے۔جس طرح 1971ء میں بنگلہ دیش میں تحریک چلی تھی جس میں اپوزیشن کال دیتی تھی تو سرکاری دفتر بند ہوجاتے تھے، بنک بند ہوجاتے تھے۔اس میں کوئی شک نہیں عوام مہنگائی سے تنگ ہیں اور حکومت سے بہت نالاں ہیں لیکن ابھی تک وہ پی ڈی ایم کو سپورٹ نہیں کر رہے کیونکہ عوام حالات سے بہت بددل ہوچکے ہیں، مایوس ہوچکے ہیں۔ جو آتا ہے وہ بد سے بدتر آتا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ یہاں کوئی تحریک کامیاب نہیں ہوسکتی جب تک اس کی پشت پر بھاری بوٹ نہ ہو یا خاکی وردی نہ ہو۔موجودہ تحریک میں یہ دونوں باتیں نہیں ہیں۔حالانکہ پی ڈی ایم والوں نے اسٹیبلشمنٹ کی رضامندی حاصل کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا تھا۔لیکن بظاہر محسوس ہوتا ہے کہ بات نہیں بنی۔

سوال: ملک یا معاشرہ شدید سیاسی معاشی اور معاشرتی طور پر تقسیم ہوچکا ہو۔جس میں مذہبی انتشار ہو اور معاشی طور پر دیوالیہ ہونے کو ہو اس معاشرے یا ملک میں آپ اسلامی انقلاب کی امید کیسے رکھ سکتے ہیں؟

ایوب بیگ مرزا: پاکستان کے پاس اسلام کے سوا کوئی دوسرا آپشن نہیں ہے۔اسلام کا آپشن ہم آزما نہیں رہے جس کی وجہ سے ہم نظریاتی طور پر صحرائے سینا میں پون صدی سے دربدر کی ٹھوکریں کھا رہے ہیں لیکن پھر بھی ہم اس نکتہ پر نہیں آتے کہ پاکستان کیوں بنا تھا، اور اپنی منزل کی طرف کیوں نہیں جارہا؟ پاکستان میں پیپلز پارٹی اور مشرف کے دور واضح طور پر سیکولر دور تھے، وہ سچ بولتے تھے اور نظریاتی طور پر بالکل واضح تھے چاہے سیکولر ہی سہی۔اس کے علاوہ ضیاء دور، نواز دور یا موجودہ حکومت نے گدلا پن پیدا کیا ہے نہ ادھر اور نہ ادھر۔ اسی طرح ضیاء الحق نے جتنی اسلام کے حوالے سے باتیں کی وہ سب زبانی جمع خرچ ہی تھیں، حقیقی طور پر کوئی عملی قدم نہیں اٹھایا۔ جو اسلامی کام ان کی کرسی کو ہلا دیتا تھا اس کو وہ چھیڑتے ہی نہیں تھے۔سود کے خاتمے کے لیے کچھ نہیں کیا۔شریف فیملی نے بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے ساتھ وعدہ کیا کہ سود کو ختم کریں گے لیکن اس کے برعکس سود کے خلاف جب عدالتی فیصلہ آیا تو اس فیصلے کے خلاف اپیل کر دی۔ بہرحال ان لوگوں نے اسلام کا نام لے کر گدلا پن پیدا کیا۔ موجودہ حکومت نے بھی اسلام کا نام تو بہت لیا لیکن عملی طور پر کچھ نہیں کیا۔جب تک ہم عملی طور پر وہ راستہ نہیں اپنائیں گے جس سے پاکستان میں اسلام آجائے تب تک ہمارے مسائل حل نہیں ہوں گے ۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلام روح ہے اور پاکستان جسم ہے۔ اسلام کے بغیر پاکستان ایک بے روح لاشہ کی مانند ہے۔ اور لاشہ بہت جلد بو دینے لگتا ہے، اس میں سڑاند پیدا ہوجاتی ہے۔اگر یہ لاشہ اس طرح پڑا رہا یا اس میں جان نہ ڈالی گئی تو یہ پاکستان کے لیے بڑا مہلک ثابت ہوگا۔

امیر تنظیم اسلامی کی چیدہ چیدہ مصروفیات

(28اکتوبر تا08نومبر 2021ء)

جمعرات(28اکتوبر) کومرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس میں آن لائن شرکت کی۔

جمعہ(29اکتوبر) کومسجد شادمان کراچی میں اجتماع جمعہ سے خطاب کیا۔ بعد ازاں ایک جگہ ''نکاح'' کے حوالے سے تذکیری گفتگو کی۔

ہفتہ(30اکتوبر) کوملاحت قریشی صاحب سے ملاقات ہوئی۔

اتوار(31اکتوبر) کوانجمن خدام القرآن سندھ کے سالانہ اجلاس میں شرکت کی۔نیز''قرآن، صاحب قرآن اور ہم'' کے موضوع پر ایک عوامی خطاب فرمایا۔کراچی کے تینوں حلقوں کی نمائندگی اور بڑی تعداد میں رفقاء واحباب کی شرکت رہی۔

منگل(02نومبر) کوناظم زکوٰۃ، مختار احمد خان کے جنازے میں شرکت کے لیے لاہور آنا ہوا۔ بعد نماز ظہر مختار احمد خان کے گھر کی قریبی مسجد میں ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور تدفین میں شرکت کی۔اسی روز کراچی واپسی ہوئی۔

جمعہ(05نومبر) کومسجد شادمان کراچی میں اجتماع جمعہ سے خطاب کیا۔جمعہ کی نماز کے بعد دو نوجوانوں نے قادیانیت سے تائب ہو کر کلمہ پڑھا۔بعد نماز عصر مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی یاسین آباد میں نکاح پڑھائے۔ رات کو طے شدہ پروگرام کے مطابق لاہور آمد ہوئی۔

ہفتہ(06نومبر) کودارالاسلام مرکز میں خصوصی مشاورتی اجلاس میں شرکت کی۔ بعد نماز ظہر 03:00 بجے قرآن آڈیٹوریم میں ملی یکجہتی کونسل کے سیمینار کی صدارت کی اور خطاب کیا۔

اتوار(07نومبر) کودارالاسلام مرکز میں تربیتی کمیٹی کے اجلاس میں شریک ہوئے۔

سوموار(08نومبر) کونماز فجر سے قبل قرآن کریم کے نصاب کے حوالہ سے علماء کرام کے ایک اجلاس میں شرکت کے لیے اسلام آباد جانا ہوا۔اسی روز رات لاہور واپسی ہوئی۔

نائب امیر صاحب سے تنظیمی امور کے حوالے سے مسلسل رابطہ رہا۔

حضرت لیلیٰ رضی اللہ عنہا بنتِ ابی حثمہ

فرید اللہ مروت

حسب نسب

عظیم صحابیہ، حضرت لیلیٰ بنتِ حثمہ رضی اللہ عنہا، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے قبیلے، بنو عدی سے تعلق رکھتی تھیں۔ محمد بن سعد البصریؒ نے ان کا نسب یوں تحریر کیا ہے: حضرت لیلیٰؓ بنتِ ابی حثمہ بن حذیفہ بن غانم بن عامر بن عبداللہ۔

نکاح

اُن کے شوہر کا نام، حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ تھا۔ وہ بنی عنبر بن وائل سے تھے اور بنو عدی کے حلیف تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے والد نے ان کو اپنا بیٹا بنا رکھا تھا۔ (اسد الغابۃ)

اسلام

دونوں میاں بیوی کو ''سابقون الاوّلون''، یعنی ابتدائی مسلمانوں میں شامل ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ یہ جوڑا اِسلام کی راہ میں بہت زیادہ تکالیف اور ظلم وستم جھیلنے والوں میں شامل ہے۔ (طبقات ابنِ سعد 8/403)

ہجرت کا ارادہ:

ایک دن ابوعبداللہ رضی اللہ عنہ گھر آئے تو چہرے پر پریشانی اور گھبراہٹ کے آثار نمایاں تھے۔ سامنے بیٹھی اہلیہ نے غور سے دیکھا اور ابھی کچھ پوچھنے بھی نہ پائی تھیں کہ وہ جلدی سے بولے ''اُمّ عبداللہ رضی اللہ عنہا! حالات دِن بہ دِن خراب ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ مکّے کی سرزمین مسلمانوں کے لیے تنگ کر دی گئی ہے۔ میرا خیال ہے کہ اب ہمیں فوری طور پر یہاں سے ہجرت کر کے کسی محفوظ جگہ چلے جانا چاہیے۔ مجھے پتا چلا ہے کہ آج رات مسلمانوں کا ایک قافلہ حبشہ کی جانب ہجرت کر رہا ہے۔ اگر ہمیں اجازت مل گئی، تو ہمیں بھی اُس قافلے میں شامل ہو کر یہاں سے نکل جانا چاہیے۔'' اہلیہ جو پہلے ہی اپنوں کی لعن طعن، دشنام طرازی، تحقیر واستہزا اور اشتعال انگیزیوں سے تنگ آچکی تھیں، خوش ہوتے ہوئے بولیں، ''ابوعبداللہ رضی اللہ عنہ! اگر ایسا ہو جائے، تو کیا ہی اچھا ہو۔ اب تو اپنوں کی اجنبی نگاہوں سے بھی خوف آتا ہے۔'' وہ بولے، ''اچھا تو پھر تم ابھی سے سفر کی تیاری شروع کر دو کہ وقت بہت کم ہے۔ مَیں دارارقم جاتا ہوں۔ اگر نبی کریم ﷺ نے اجازت دے دی، تو بازار سے راستے کے لیے ضروری سامان خریدتا آؤں گا۔''

امتیازی فضیلت

حضرت لیلیٰ رضی اللہ عنہا مہاجرات اولیٰ میں سے ہیں۔ ان کے لیے ایک امتیاز یہ بھی ہے کہ انہوں نے قبلتین کی طرف نماز پڑھی یعنی مسلمانوں کا پہلا قبلہ بیت المقدس تھا اور بعد میں کعبہ ہوا تو چونکہ آپؓ قدیم مسلمانوں میں سے ہیں اس لیے انہیں بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا شرف بھی حاصل ہے۔

حضرت لیلیٰ رضی اللہ عنہا کی شجاعت

ابوعبداللہ رضی اللہ عنہ گھر سے باہر چلے گئے اور اہلیہ نے ہجرت کے لیے گھر کا سامان سمیٹنا شروع کر دیا۔ وہ جانتی تھیں کہ مکّے سے حبشہ تک کا سفر آسان نہیں۔ اکلوتا دُودھ پیتا بیٹا، عبداللہ گھر کے کُھلے دروازے کے سامنے کھیل میں مصروف تھا کہ اچانک ایک بارُعب آواز نے خاتونِ خانہ کو چونکا دیا، ''اے عبداللہ کی ماں! خیریت تو ہے، کہاں کی تیاری ہے؟ کیا کسی سفر پر جا رہی ہو؟'' خاتونِ خانہ نے دروازے کی جانب دیکھا، تو سامنے قریش کا نوجوان جنگجو سردار، عُمر بن خطاب کھڑا تھا۔ لمحے بھر کو خوف کی ایک لہر دماغ سے نمودار ہو کر پورے وجود کو لرزاتے ہوئے گزر گئی۔ پھر مجاہدانہ انداز میں گویا ہوئیں، ''ہاں ابوحفص! جب بھائی، بہنوں کے خون کے پیاسے ہو جائیں، تو پھر مشکل فیصلے کرنے ہی پڑتے ہیں۔ تم لوگ ہم پر ظلم وستم کے جو پہاڑ توڑ رہے ہو، اس قہر وغضب اور ابتلائے عظیم نے ہمیں اپنا وطن چھوڑنے پر مجبور کر دیا ہے۔'' ''پھر کہاں کا ارادہ ہے؟'' عُمر نے ماتھے سے پسینہ پونچھتے ہوئے کہا۔ بولیں: ''ابوحفص! اللہ کی زمین بہت وسیع ہے۔ جب ہم اپنا گھر بار چھوڑ کر یہاں سے نکلیں گے، تو یقیناً ہمارا ربّ ہمیں کسی محفوظ جگہ پہنچا دے گا۔'' اس پر وہ اُداس سے لہجے میں مخاطب ہوئے، ''اُمّ عبداللہ رضی اللہ عنہا! تم لوگ اپنے راستے پہلے ہی ہم سے جُدا کر چکے ہو اور اب جب کہ تم نے مکّہ چھوڑنے کا فیصلہ کر ہی لیا ہے تو میری دُعا ہے کہ تم جہاں بھی جاؤ خُدا تمہارے ساتھ ہو۔'' قریش کے مردِ آہن، عُمر بن خطاب ان الفاظ کی ادائی کے ساتھ بوجھل قدموں سے آگے بڑھ گئے۔

اللہ دِلوں کو پھیرنے پر قادر ہے

کچھ ہی دیر بعد ابوعبداللہ رضی اللہ عنہ ضروری سامان کے ساتھ گھر واپس آ گئے۔ اہلیہ نے اجازت کے بارے میں پوچھا، تو جواب دیا: ''ہاں! آنحضرت ﷺ نے ہجرت کی اجازت دے دی ہے۔'' اہلیہ نے عُمر کے آنے کا واقعہ بیان کرتے ہوئے کہا: ''مَیں نے محسوس کیا کہ ہماری ہجرت کی خبر سُن کر اُن کے چہرے کی سختی، دُکھ اور افسوس میں بدل گئی تھی۔ مجھے عُمر کچھ بدلے بدلے سے دِکھائی دیے۔'' شوہر بولے: ''عبداللہ کی ماں! تم اپنی برادری بھائی، عُمر کو بدلنے کی لاکھ کوششیں کر لو، اُن کے بارے میں حُسنِ ظن بھی رکھو، لیکن وہ کبھی اِسلام قبول نہیں کرے گا۔''

اہلیہ نے شوہر کی جانب دیکھا اور بولیں: ''اللہ دِلوں کو پھیرنے پر قادر ہے۔ کیا عجب کہ ایک دِن عُمر بھی مجاہدینِ اسلام میں شامل ہو جائے۔'' اور پھر اللہ کی قدرت دیکھیے کہ پتھر دِل پر پڑے پانی کے پہلے قطرے نے اپنا کام کر دِکھایا۔ ابھی ان لوگوں کو حبشہ گئے چند ہی ہفتے گزرے تھے کہ حضرت عُمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے نعرۂ تکبیر نے مکّے کے پہاڑوں کو دہلا دیا اور اللہ نے اپنے نبی ﷺ کی دُعا قبول فرمائی۔

پہلی ہجرتِ حبشہ

وہ رجب 5 نبوی کی خاموش سیاہ رات تھی، جب اُمّ عبداللہ رضی اللہ عنہا اپنے شوہر، حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ اور معصوم بیٹے، عبداللہ کے ساتھ دامادِ رسولؐ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی قیادت میں حبشہ جانے والے قافلے میں شامل ہو گئے، جو 12 مَردوں اور چار خواتین پر مشتمل تھا۔ اس میں حضور ﷺ کی صاحبزادی، حضرت رُقیہ رضی اللہ عنہا بھی شامل تھیں۔ یہ لوگ رات کے پچھلے پہر نہایت راز داری کے ساتھ بحرِ احمر کی بندرگاہ، شعیبہ پہنچے، جسے اِن دِنوں جدّہ کہا جاتا ہے۔ خوش قسمتی سے یہاں دو تجارتی بحری جہاز

حبشہ جانے کے لیے تیار تھے۔ اس سے پہلے کہ کفارِ مکّہ قافلے تک پہنچتے، جہاز اللہ کے ان بندوں کو لیے کھلے سمندر میں حبشہ کی جانب رواں دواں ہوگئے۔ (تاریخِ طبری)

کفار سجدہ ریز ہوگئے

حضرت لیلیٰ ؓ اپنے شوہر، صاحبزادے اور دیگر صحابہؓ کے ساتھ حضرت عثمان بن عفان ؓ کی امارت میں نہ صرف پُرسکون وقت گزار رہی تھیں، بلکہ مقامی لوگوں میں تبلیغِ اسلام کا فریضہ بھی سرانجام دے رہی تھیں۔ حبشہ کا بادشاہ، نجاشی ان مہمانوں کا بے حد خیال رکھتا تھا، لیکن اس سب کے باوجود دیدارِ مصطفیٰ ﷺ کی سعادت اور آپ ﷺ کی قربت یاد آتی، تو دِل مکّہ جانے کے لیے بے قرار ہوجاتا۔ ابھی حبشہ میں چار ماہ ہی گزرے تھے کہ قریشِ مکّہ کے مسلمان ہونے کی خبر حبشہ پہنچی، جس پر مہاجرین نے واپسی کا فیصلہ کرلیا۔ حضرت لیلیٰ ؓ اور اُن کے شوہر بھی مکّہ واپس آگئے، لیکن معلوم ہوا کہ وہ خبر ایک غلط فہمی پر مبنی تھی۔

صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ صحنِ کعبہ میں سورۃ النجم کی تلاوت فرما رہے تھے۔ آپ ﷺ جب اِس آیت پر پہنچے ''پس، اللہ کے سامنے سجدہ کرو اور اس کی عبادت کرو'' تو حضور ﷺ کے ساتھ وہاں موجود تمام مسلمان اور مشرکین بے اختیار ہوکر سجدہ ریز ہوگئے، صرف ایک مشرک اُمیّہ بن خلف نے سجدہ نہیں کیا، اُس نے ایک مٹھی مٹی اُٹھائی اور اپنی پیشانی پر مَل لی۔ حضرت ابنِ عباس ؓ سے مروی ہے کہ ''اُس وقت وہاں موجود تمام مشرک، مسلمان حتیٰ کہ جنّات بھی سجدہ ریز ہو گئے تھے'' (صحیح بخاری)۔ جزائرِ عرب میں یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل چکی تھی۔ یہ واقعہ ماہِ رمضان 5 نبوی میں پیش آیا۔ اور یہی وہ خبر تھی، جو مہاجرین کی حبشہ سے مکّہ واپسی کا باعث بنی۔

اللہ کی راہ میں تین ہجرتیں

حضرت لیلیٰ ؓ دیگر مسلمانوں کے ساتھ ماہِ شوال میں مکّہ واپس پہنچیں، تو معلوم ہوا کہ اب تو حالات پہلے سے بھی ابتر ہوچکے ہیں۔ کفار کی جانب سے ظلم وتشدّد میں مزید شدّت آچکی تھی، چنانچہ آنحضرت ﷺ نے دوبارہ ہجرت کی ہدایت فرمائی۔ حضرت لیلیٰ ؓ، اُن کے شوہر اور بیٹا 83 مردوں اور 18 خواتین کے ساتھ دوبارہ حبشہ ہجرت کر گئے۔ چند سال حبشہ میں گزار کر میاں، بیوی مکّہ واپس آئے تو اُنھیں مدینے کی جانب ہجرت کا حکم ملا۔

چنانچہ وہ ایک مرتبہ پھر اللہ کی راہ میں نکل کھڑے ہوئے۔ یوں اِس خانوادے نے اللہ کی راہ میں تین مرتبہ ہجرت کا اعزاز حاصل کیا۔ حضرت لیلیٰ ؓ کے صاحبزادے، حضرت عبداللہ بن عامر بن ربیعہ ؓ فرماتے ہیں کہ میری والدہ سے پہلے کوئی بھی پردہ نشین خاتون ہودج میں بیٹھ کر مدینہ نہیں آئیں۔ ہجرت کے اِس سفر میں وہ میرے ساتھ تھیں۔'' (طبقات ابنِ سعد)

انصار کا حُسنِ سلوک

حضرت لیلیٰ ؓ اور اُن کا خاندان سب سے پہلے مدینہ ہجرت کرنے والے چند مسلمانوں میں سے ایک تھا۔ جب انصار کو ان کے دو مرتبہ حبشہ ہجرت کا علم ہوا، تو اُن کے ساتھ نہایت عزّت واحترام کے ساتھ پیش آئے۔ انصار ہی نے اُن کے لیے رہائش اور اُن کے شوہر، حضرت عامر بن ربیعہ ؓ کے لیے روزگار کا بندوبست کیا۔ چنانچہ وہ بہت جلد پُرسکون اور آرام دہ زندگی گزارنے کے قابل ہوگئے۔

حضرت لیلیٰ ؓ کے مناقب

حضرت لیلیٰ ؓ بے باک اور حق گو ہونے کے ساتھ شجاعت و بے خوفی، جراَت واستقامت اور عزیمت کا مثالی پیکر تھیں۔ مشکلات کا مقابلہ اور تکالیف ومصائب سے پنجہ آزمائی اُن کے لیے کوئی نئی بات نہ تھی۔ شادی کے بعد اپنے شوہر کے قدم بہ قدم ہر آزمائش میں پوری اُتریں۔ حضرت لیلیٰ ؓ اور اُن کے شوہر نے غزوۂ بدر سے غزوۂ تبوک تک، تمام غزوات میں بھرپور شرکت کی۔ مؤرخین کے نزدیک، حضرت عمر ؓ کے قبولِ اسلام میں جہاں اُن کی بہن فاطمہ ؓ کا ہاتھ ہے، وہیں دُوسری طرف حضرت لیلیٰ بنتِ حثمہ ؓ کی مسلسل کاوشیں بھی نظرانداز نہیں کی جاسکتیں۔

جھوٹ بولنا منافق کی علامت

اللہ کے رسول ﷺ حضرت لیلیٰ ؓ کے خاندان کو اُن کی جراَت، استقامت اور جہدِ مسلسل کی بنا پر بہت پسند فرماتے تھے اور اُن کے گھر تشریف لے جایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ ﷺ حضرت لیلیٰ ؓ کے گھر گئے۔ اُنھوں نے اپنے چھوٹے بچّے کو بلایا اور کہا ''تم میرے پاس آؤ، مَیں تمہیں کچھ دوں گی۔'' حضور ﷺ نے فرمایا، ''تم اسے کیا دو گی؟'' بولیں، ''مَیں اسے کھجور دوں گی۔''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر تم اسے دینے کے بہانے سے بُلاتیں اور کچھ نہ دیتیں، تو تمہارا شمار جھوٹوں میں ہوتا۔'' آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''جھوٹ انسان کو آگ کی طرف لے جاتا ہے۔'' (ابوداؤد) اور آپ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے: ''جھوٹ بولنا منافق کی نشانی ہے'' (ابوداؤد)

سیدنا عامر ؓ کا خاندان اللہ اور رسول ﷺ کا زندگی بھر وفادار رہا۔ اللہ ان کے خاندان پر رحم کرے اور انہیں اپنے فضل وکرم سے نوازے۔ آمین

❁❁❁

ضرورت رشتہ

☆ کراچی میں رہائش پذیر سندھی اسپیکنگ فیملی کو اپنے بیٹے، عمر 27 سال، تعلیم DAE میکینکل انجینئر، اپنا کاروبار، کے لیے دینی مزاج کے حامل گھرانے سے مناسب قد، شرعی پردہ کرنے والی، نیک سیرت اور اعلیٰ تعلیم یافتہ لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔
برائے رابطہ: 0321-2406688

☆ لاہور میں رہائش پذیر شیخ فیملی کو اپنی بیٹی عمر 24 سال، تعلیم ٹیکسٹائل گریجویٹ، قد 5 فٹ 5 انچ، سنی العقیدہ، مادری زبان پنجابی، کے لیے دینی مزاج کے حامل، تعلیم یافتہ لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔
برائے رابطہ: 0300-9420558

☆ لاہور میں رہائش پذیر فیملی کو اپنے حافظ قرآن بیٹے، عمر 18 سال، درس نظامی جاری، تعلیم انٹرمیڈیٹ، ذاتی گھر، ذاتی کاروبار، کے لیے دینی مزاج کی حامل لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔ حافظہ یا عالمہ قابل ترجیح۔
برائے رابطہ: 0300-9848111

☆ کراچی میں رہائش پذیر سندھی اسپیکنگ فیملی کو اپنے بیٹے، عمر 25 سال، تعلیم ایم ایس سی، سرکاری ملازم کے لیے، دینی مزاج کے حامل گھرانے سے مناسب قد، شرعی پردہ کرنے والی، نیک سیرت اور اعلیٰ تعلیم یافتہ لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔
برائے رابطہ: 0321-2406688

تُو خاک میں مل اور آگ میں جل......

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

لوٹ جاتی ہے ادھر کو بھی نظر کیا کیجیے! ایک تقابل ہمسایہ افغانستان مسلسل پیش کر رہا ہے۔ 14 نومبر کی رائٹر کی رپورٹ میں قطار اندر قطار امریکی آرمرڈ سیکورٹی گاڑیوں پر سوار 250 فوجی تربیت پا کر نکلنے والے طالبان ہیں۔ گوریلا جنگ سے نکل کر باضابطہ فوج میں ڈھلتے یہ فوجی، درجنوں امریکی گاڑیاں لیے (جن پر اب کلمہ طیبہ لکھا ہے)، امریکی ساختہ ایم۔4 رائفلز سے مسلح کابل کی شاہراہوں پر پیریڈ کر رہے ہیں۔ اوپر روسی M-17 ہیلی کاپٹر اڑ رہا ہے۔ یہ عسکری ساز وسامان پچھلی افغان حکومت کو طالبان سے لڑنے کے لیے فراہم کیے گئے 28 ارب ڈالر کے دفاعی ہمہ نوع اسباب کا حصّہ ہے۔ اشرف غنی کے لوٹ بھاگنے اور افغان فوج کے فرار کے بعد یہ طالبان کے قبضے میں ہے۔

ہم نے 20 سال پہلے جو امریکا سے سودا چکایا، اس نے ہمارے ہاں دہشت گردی کے خلاف جنگ کی صنعت میں سرمایہ کاری کی۔ ہماری سڑکیں ہمہ نوع لینڈ کروزر سے بھر گئیں۔ نوجوان دمکتی گاڑیوں کے اسیر ہوئے۔ مقابلہ اسی کا رہا۔ افغانوں نے جو سودا ملا عمرؒ کے ساتھ چکایا، وہ گاڑیوں سے اتر کر موٹر سائیکلوں اور پیدل راستے ناپنے پر آ گئے۔ ایک طویل کٹھن راستہ جس پر بے پناہ مشقت، فاقہ کشی، جان و مال کی قربانیوں کی ایک خونچکاں داستان رقم ہوئی۔

اس پُر خار راہ کے آخر میں بے مثل فتح کا دروازہ کھلا، بڑے بڑے محلات میں قیصر وکسریٰ کے قالین روندتے مجاہدین کی کہانیاں 21 ویں صدی میں تازہ ہو گئیں! پاکستان نے برادر ملک کی مدد سے ہاتھ اٹھا کر امریکا کا ساتھ دیا یہ کہہ کر کہ: یہ ہماری مجبوری ہے۔ اگر ہم نے یہ نہ کیا تو امریکا ہمیں پتھر کے دور میں پہنچا دے گا۔ پتھر کا دور......؟ آج قرضوں میں ڈوبے، بجلی، گیس، پٹرول، حتیٰ کہ آٹا، سبزی، دال پہنچ سے باہر جا رہی ہے۔ صنعتیں ٹھپ ہو چکیں۔ دریا خشک لبی کے مارے صرف بچوں کے کرکٹ کھیلنے کے میدان بن کر رہ گئے۔ ملک میں مذکورہ بالا صنعت کے علاوہ شوبز، ماڈلنگ، حیا سوزیوں کے بعد وڈیوز اپ لوڈ کرنے کی صنعتیں رہ گئیں۔ کورونا نے رہی سہی کسر نکال کر نمبر امتحانوں میں مفت بانٹنے کی فیکٹریاں لگا کر تعلیم ڈبو دی۔ آج نوجوان یا کرکٹ جیتنے/ ہارنے پر پٹاخے بجاتے، فائرنگ کرتے ہیں۔ یا شادی بیاہوں پر دل کی حسرتیں نکالتے ہیں۔

افغانوں نے ہمویز کمائیں، دفاعی ساز وسامان سمیٹا۔ دنیا کی بڑی عفریتی قوتوں کو دھول چاٹنے پر مجبور کیا۔ اس حد تک کہ امریکا میں اب لڑ کر یہاں سے جانے والے فوجیوں کی روتی دھوتی تصاویر، غم وغصہ بھرے انٹرویو، خودکشی کی خبریں، نفسیاتی امراض کی ابتری کی سرخیاں امریکی شکست کا المیہ بیان کر رہی ہیں۔ سات لاکھ 75 ہزار یہ فوجی، جن میں سے کئی بار بار افغانستان گئے شاک کے عالم میں ہیں۔ سروے میں 73 فیصد کا کہنا ہے کہ ہمارے ساتھ دھوکا ہوا۔ 67 فیصد ذلت کے احساس تلے دبے پسے جا رہے ہیں۔ دو تہائی کا کہنا ہے کہ ہم افغانستان سے شکست خوردہ نکلے ہیں۔ اس کی تلخی شدید ہے۔

دنیا جابجا اجلاس کر کر کے اعلامیے جاری کرنے کی خدمت بجا لا رہی ہے زمینی حقائق دیکھے بغیر۔ افغانوں کو ان کا جائز حق (اثاثوں کی بحالی) دیے بغیر۔ 43 سال میں (وزیر خارجہ ملا متقی کے خطاب کے مطابق) پہلی مرتبہ ملک کے چپے چپے پر حکومت کا مکمل کنٹرول ہے۔ اس کے باوجود ٹرائیکا نے کہا: ''طالبان جامع نمائندہ حکومت کے لیے اقدامات کرے، غیر ملکی شہریوں اور اداروں کے تحفظ اور جائز حقوق کا احترام کیا جائے۔ خواتین اور لڑکیوں کو تعلیم تک رسائی دے۔'' جامع حکومت کیا ہر ملک میں قائم ہے؟ جس میں عمران خان کے شانہ بشانہ نواز شریف اور بائیڈن کے ہمراہ منہ پھولا ٹرمپ خوشی خوشی شریک حکومت ہو۔ پوتن گزیدہ روسی اپوزیشن سیاست دان، ناولنی (ہسپتال میں داخل زہر دیے جانے بعد) جیلوں میں دھکے کھاتا جامع روسی حکومت بنا کر دکھائے!

خواتین، صحت کے اداروں میں 100 فیصد آ چکی ہیں، تعلیم میں 75 فیصد۔ مگر چونکہ وہ سڑکوں پر بے پردہ نمائش کے مناظر پیش نہیں کر رہیں اس لیے مغرب کی بھوکی نگاہیں گریہ کناں ہیں۔ ان کے ہاں ترقی کے یہ مناظر بہ اہتمام دکھائے جا رہے تھے کہ یہ خواتین ہر جگہ مردوں کو ویکسین لگانے کے لیے تصاویر میں موجود تھیں۔ مہذب باپردہ محترم شائستہ خواتین اپنے دائرہ کار میں تمام خدمات انجام دیتی مغرب کو گوارا نہیں۔ یہ وہ ترقی تھی جو 20 سال میں لاکھوں جانوں کا نذرانہ وصول کر کے، افغانستان کے طول وعرض پر بارود برسا کر انہوں نے اس ملک کو دی! ملا متقی نے اسلام آباد انسٹی ٹیوٹ آف سٹریٹیجک اسٹڈیز میں افغانستان میں حالات پر عمدہ سفارتی لب ولہجے میں روشنی ڈالی۔ جس کا انسٹی ٹیوٹ کے ڈائریکٹر نے خیر مقدم کرتے ہوئے کہا کہ افغانستان کی صورت حال ایک زمینی حقیقت ہے اس اجماع کے ساتھ کہ افغان عوام امن چاہتے ہیں۔ اگر وہاں افراتفری ہوگی تو نتیجہ دہشت گردی کی صورت نکلے گا۔ پُراعتماد ملا متقی نے وضاحت کی کہ افغانستان میں 5 لاکھ سول سرونٹس کو تنخواہیں دی جا رہی ہیں۔ کسی ایک کو بھی سیاسی اختلاف کی بنا پر ملازمت سے نکالا نہیں گیا۔ نہ ہی کسی عورت کو ملازمت سے نکالا یا اس کی تنخواہ کاٹی۔ افغانستان میں 3 ہزار کلینک اور ہسپتال تھے جو بدستور چل رہے ہیں۔ عالمی حقوق انسانی کے چیمپئنز کے پاس ہمارے اثاثے منجمد کرنے کا کوئی جواز نہیں۔ وہ عبوری حکومت سے اصلاحات چاہتے ہیں تو وہ پُرامن طریقے سے ممکن ہے، دباؤ کے حربوں سے نہیں۔ ہمیں مستقبل کے موہوم اندیشوں کی سزا دی جا رہی ہے، باوجودیکہ انہوں نے بلا خوں ریزی کابل پرامن سے حکومت حاصل اور قائم کی ہے۔

خود مغرب سے گواہیاں اٹھ رہی ہیں، تحسین پر مجبور ہو کر طالبان کے نظام اور تحریک سے متاثر ہو کر۔ فرانس کا 'لی مونڈ'، ستمبر 2021ء کی ایک رپورٹ میں اس پر روشنی

ڈالتا ہے کہ طالبان نے کس طرح مغرب کو شکست دی۔

جس دوران مغرب افغانستان میں از کار رفتہ علوم بشریات آزماتا معاشرے کی تعمیر میں کوشاں رہا، طالبان اپنے ادارے بناتے، دیہی آبادی کا اعتماد جیتنے میں لگے رہے۔

امریکی شکست تھنک ٹینکوں، حکومت، یونیورسٹیوں اور این جی اوز کی ناقص بصیرت کے ہاتھوں ہوئی۔ طالبان ایک قومی مرکزیت پر مبنی، واضح نظریاتی بنیادوں پر استوار تحریک ہے۔ مکمل فکری ہم آہنگی، باہمی رفاقت پر مبنی۔ ضروری مہارت سے لیس علماء ان کے مدارس سے تیار کیے جاتے ہیں جو مطلوبہ بیوروکریسی کی اہلیت رکھتے ہیں۔ مؤثر، منضبط تنظیم جس میں حکم عدولی پر برطرف کیا جاتا ہے۔ عوام کے ساتھ تشدد، چوری، جاسوسوں کے بلامقدمہ قتل کی مکمل ممانعت رہی۔ دیہی علاقوں میں متوازی حکومت (طالبان کے گورنر، جج اور تعلیم میں) کام کرتی رہی۔ مناصب کی کھینچا تانی کا کوئی تصور ان کے ہاں نہیں۔ ملا عمرؒ کے انتقال (اور اسے چھپائے رکھنے) پر کوئی اختلاف سامنے نہ آیا۔ ان کے بعد ملا اختر منصور اور ان کی شہادت پر آرام سے ہیبت اللہ اخوندزادہ نے جگہ لے لی، کابل حکومت کی آپادھاپی کے برعکس۔

دوسری قومیتوں کو 12 رکنی سپریم باڈی میں جگہ دے کر وہ جامعیت کے ساتھ افغان قوم کے چیمپئن بن کر ابھرے۔ عدالتی نظام 2005ء سے ان کے ہاں اہم ترین رہا۔ جج شان وشوکت سے بے نیاز گاؤں کی مسجد، نجی گھر یا باہر درخت کی چھاؤں میں بیٹھتے۔ سہل، سستے ترین، شفاف انصاف کی فراہمی سے افغانستان کے طول وعرض میں عوام کے دل جیتے۔ سبز چائے کی پیالی کے ساتھ سادہ عدالتی نظام میں جج خود درخواست وصول کرتے، گواہوں سے سوالات، کاغذات ملاحظہ کرتے، بالعموم چند دنوں میں فریقین کے لیے اطمینان بخش طریقے سے فیصلہ سنا دیتے۔ مشکل ترین کیس بھی چند ماہ سے زیادہ وقت نہ لیتا۔ اپنے آبائی علاقے سے دُور (غیر جانبدار رہنے کے لیے) متعین کیے جاتے، شرعی قانون کا امتحان پاس کر لینے پر، تادیر ایک جگہ نہ رکھے جاتے بدعنوانی سے بچانے کے لیے۔ تحائف قبول کرنے پر سزا دی جاتی۔ عوام کا اعتماد شفافیت سے جیتا۔ طالبان نے یوں قومی تعمیر پر محنت کی بہ نسبت 20 سالہ امریکا اور اتحادیوں کی زور آزمائی کے! حتیٰ کہ کنٹر کے گورنر نے بھی سستے اور یقینی انصاف کی بنا پر اپنے مخالف طالبان کی عدالت سے رجوع کیا اپنی بدعنوان، راشی حکومت کو چھوڑ کر! جریدے 'لی مانڈ' کی بے لاگ رپورٹ سبھی کو آئینہ دکھاتی ہے!

تو خاک میں مل اور آگ میں جل
جب خشت بنے تب کام چلے
ان خام دلوں کے عنصر پر
بنیاد نہ رکھ تعمیر نہ کر!!

تصحیح

ہفت روزہ ندائے خلافت کے شمارہ نمبر 43 میں ''کارِ تریاقی'' میں سہواً پاکستان کی ہندو آبادی 2.14 فیصد کی جگہ 14.2 فیصد چھپ گئی ہے۔ قارئین تصحیح فرمالیں۔ (ادارہ)

افغانستان میں عالمِ اسلام کا امتحان

رفیق چودھری

افغانستان میں امارت اسلامی کو قائم ہوئے تین ماہ ہو چکے ہیں لیکن ابھی تک کسی غیر مسلم ملک تو کیا' کسی ایک مسلم ملک نے بھی ان کی حکومت کو تسلیم نہیں کیا۔ حالانکہ طویل مذاکرات کے بعد عالمی طاقتوں نے افغانستان پر ان کی حکومت کا حق تسلیم کیا تھا۔ مگر اب ان کی حکومت کو تسلیم کرنے میں کیا مسئلہ ہے؟ کیوں ان کا حق تسلیم نہیں کیا جا رہا ہے؟ صرف اس لیے کہ پوری دنیا چاہتی ہے کہ افغان طالبان اپنے نظریے پر چلنے کی بجائے عالمی استعماری نظام کو قبول کرلیں۔ خاص طور پر جس طرح کا معاشی نظام اس وقت دنیا کو اپنے معاشی شکنجے میں جکڑے ہوئے ہے، افغان طالبان بھی اسی کو فالو کریں تاکہ وہ بھی عالمی طاقتوں کی معاشی جکڑ بندی میں آجائیں اور پھر طاغوتی طاقتوں کے مطالبات کے آگے سر تسلیم خم کرتے چلے جائیں۔

افسوس کی بات تو یہ ہے عالم اسلام ایک طرف خود کو اسلامی کہتا ہے اور دوسری طرف افغان طالبان کو الکتاب کے راستے پر گامزن دیکھنے کی بجائے انہیں عالمی طاغوتی نظام کو تسلیم کر لینے پر مجبور کر رہا ہے۔ جبکہ اللہ نے مسلمانوں کو طاغوت کا انکار کرنے اور الکتاب کے نظام کو نافذ کرنے کا حکم دیا تھا۔

''کیا تم نے غور نہیں کیا اُن لوگوں کی طرف جن کا دعویٰ تو یہ ہے کہ وہ ایمان لے آئے ہیں اُس پر بھی جو (اے نبیؐ!) آپؐ پر نازل کیا گیا اور اُس پر بھی جو آپؐ سے پہلے نازل کیا گیا وہ چاہتے یہ ہیں کہ اپنے مقدمات کے فیصلے طاغوت سے کروائیں حالانکہ انہیں حکم دیا گیا ہے کہ طاغوت کا کفر کریں۔ اور شیطان چاہتا ہے کہ انہیں بہت دور کی گمراہی میں ڈال دے۔'' (النساء:60)

اس آیت کے پس منظر میں مشہور واقعہ احادیث میں موجود ہے کہ ایک منافق مسلمان اور ایک یہودی کے درمیان کوئی تنازع تھا۔ یہودی نے کہا کہ چلو محمد (ﷺ) سے فیصلہ کرواتے ہیں لیکن منافق مسلمان بضد تھا کہ کعب بن اشرف (یہودی) سے فیصلہ کروائیں گے۔ ایک روایت میں کسی کاہن کا ذکر بھی ہے۔ جب معاملہ حضور ﷺ کے پاس آیا تو آپ ﷺ نے یہودی کے حق میں فیصلہ دے دیا کیونکہ وہ حق پر تھا۔ منافق مسلمان اس پر راضی نہ ہوا اور یہودی کو لے کر حضرت عمرؓ کے پاس چلا گیا۔ حضرت عمرؓ نے یہ کہہ کر اس منافق مسلمان کو قتل کر دیا کہ جس کو اللہ کے نبی ﷺ کا فیصلہ قبول نہیں ہے اس کا فیصلہ عمرؓ کی تلوار کرے گی۔

اس اُمت کا بنیادی فریضہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم، فیصلے اور نظام کو نافذ کرنا تھا۔ ابتدائے اسلام میں یہی اسلام تھا اور یہی مسلمان ہونے کا اصل تقاضا۔ مگر آج اسی اُمت کی حالت یہ ہے کہ اس کی بہت بڑی اکثریت اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام اور نظام کو چھوڑ کر غیر اللہ اور اسلام دشمن باطل اور طاغوتی قوتوں کے احکام اور نظام کو ترجیح دے رہی ہے۔ اُمت مسلمہ کی تمام پالیسیاں قرآن وسنت کی روشنی میں بنانے کی بجائے مغربی آقاؤں کی طرف سے بن کر آتی ہیں۔ ذرا سوچیے! آج اُمت میں فیصلہ کس کا چل رہا ہے؟ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم چل رہا ہے یا طاغوت کا؟ یہ لمحہ فکریہ ہے اور اس بات کا اشارہ بھی کہ اُمت کی اکثریت فتنۂ دجال کا شکار ہو چکی ہے کیونکہ فتنۂ دجال اصل میں طاغوت کے غلبے کا ہی دوسرا نام ہے۔ مسلم حکمرانوں کے مغربی آقاؤں کی ولایت (پشت پناہی) ان طاغوتی طاقتوں کے پاس ہے جو دجال کی پیروکار ہیں۔ مسلم عوام کی اکثریت بھی دجالی تہذیب کو اپنا چکی ہے۔ انفرادی زندگی سے لے کر اجتماعی، قومی اور ریاستی سطح تک اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے فیصلوں، احکامات اور نظام کی پیروی کی بجائے طاغوت کی پیروی ترجیح اول بن چکی ہے اور جو لوگ طاغوت کا انکار کرتے ہیں وہ ان کے نزدیک کم عقل اور جاہل ہیں جبکہ جو طاغوت کی بندگی اختیار کر چکے ہیں وہ ان کے نزدیک ہدایت یافتہ ہیں۔ کیا یہی رویہ بنی اسرائیل کا نہیں تھا؟

''کیا تم نے دیکھا نہیں ان لوگوں کو جنہیں کتاب میں سے ایک حصہ دیا گیا تھا' وہ ایمان لاتے ہیں 'بتوں پر اور طاغوت پر' اور کہتے ہیں ان لوگوں کے متعلق جنہوں نے کفر کیا (یعنی مشرکین) کہ ان اہلِ ایمان سے زیادہ ہدایت پر تو یہ ہیں۔'' (النساء:51)

آج جو طبقہ طاغوت کا عالمی نظام قبول کر چکا ہے وہ افغان طالبان کو گمراہ سمجھ رہا ہے۔ اس طبقہ کا نکتہ اعتراض وہی پرانا ہے جو نائن الیون کے بعد بھی ان کا اصل نکتہ تھا کہ آج کے دور میں دنیا پر قائم عالمی نظام کو فالو کیے بغیر کوئی بھی ریاست نہیں چل سکتی، آپ کو اپنی بقاء کے لیے دنیا کے قوانین وضوابط پر عمل پیرا ہونا پڑتا ہے۔ پاکستان کے ایک نامور کالم نویس نے تو طاغوت کی ترجمانی کرتے ہوئے طاغوت کی خدائی کو تسلیم کرنے کی بالواسطہ دعوت بھی دے ڈالی ہے۔ موصوف کا کہنا ہے کہ: ''افغانستان قحط کے دہانے پر کھڑا ہے۔ اقتصادیات کا کوئی وجود نہیں۔ دنیا اگر نہ چاہے تو خوراک مل سکتی ہے نہ شناخت۔ جب تک طالبان کی حکومت کو قبول نہیں کیا جاتا، افغانستان دنیا سے الگ تھلگ رہے گا۔ یہ قبولیت امریکہ کی مرضی کے بغیر نہیں مل سکتی۔ آزادی افغانستان سے آج بھی اتنے ہی فاصلے پر ہے جتنی طالبان سے پہلے تھی۔''

نائن الیون کے بعد بھی عالمی میڈیا اور سیکولر دانشوروں کے یہی دعوے تھے کہ افغان طالبان بس چند دنوں کی مار ہیں۔ ان کا وجود صفحہ ہستی سے مٹا دیا جائے گا۔ امریکہ کے سامنے کوئی نہیں ٹھہر سکتا وغیرہ۔ لیکن پھر دنیا نے دیکھا کہ وہی امریکہ جس کی خدائی کے دعوے اس کے ترجمان کر رہے تھے بیس سال افغانستان میں مار کھاتے کھاتے آخر ذلیل ہو کر افغانستان سے بھاگا۔ اس غیر معمولی واقعہ میں دنیا کے لیے نشانیاں ہیں کہ اس دنیا کا نظام امریکہ نہیں چلا رہا بلکہ اس کائنات کا خالق و مالک چلا رہا ہے جس کی مرضی کے بغیر پتہ بھی نہیں ہل سکتا۔ آج امریکہ مسلمانوں پر اگر غالب ہے تو وہ مسلمانوں کے اپنے گناہوں اور خطاؤں کا نتیجہ ہے جن میں سے سب سے بڑی خطا وہی ہے جس کی وجہ سے بنی اسرائیل کو بھی مار پڑی کہ انہوں نے الکتاب کو چھوڑ کر طاغوت کے نظام کو قبول کر لیا تھا۔ آج مسلمانوں کو بھی اسی وجہ سے مار پڑ رہی ہے۔ حقیقت میں اللہ تعالیٰ کے فیصلے ہی کسی نہ کسی صورت میں صادر ہوتے ہیں۔ غالب اسی ذات برحق کا حکم ہوتا ہے۔ جہاں تک مومنین صادقین کا تعلق ہے تو اللہ تعالیٰ نے اپنی آخری کتاب میں فیصلہ سنا دیا ہے کہ:

''(اے مسلمانو! دیکھو) اگر اللہ تمہاری مدد کرے گا تو کوئی تم پر غالب نہیں آسکتا۔'' (آل عمران:160)

المیہ افغانستان میں نہیں بلکہ اسلام سے مسلمانوں کے دور ہونے میں ہے جس کی وجہ سے وہ قرآن کی نظر سے چیزوں کو دیکھ نہیں پاتے بلکہ وہ مغرب کی نظر سے ہر چیز کو دیکھتے ہیں۔ وہ دنیا کی کامیابی کو اصل کامیابی اور دنیا کے نقصان کو المیہ کہتے ہیں۔ حالانکہ اصل المیہ تو آخرت کی

ناکامی ہے۔ وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ یہ دنیا اصل زندگی نہیں بلکہ ایک امتحان گاہ ہے۔ یہ آزمائش افغان طالبان کے لیے بھی ہے اور امریکہ کی زبان بولنے والوں کے لیے بھی۔ اللہ قرآن میں ہم سب مسلمانوں سے مخاطب ہو کر فرماتا ہے:

’’پھر کیا تم لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ یونہی جنت کا داخلہ تمہیں مل جائے گا، حالانکہ ابھی تم پر وہ سب حالات نہیں گزرے، جو تم سے پہلے ایمان لانے والوں پر گزر چکے ہیں۔ اُن پر سختیاں گزریں، مصیبتیں آئیں، ہلا مارے گئے، حتیٰ کہ وقت کا رسول اور اس کے ساتھی اہل ایمان چیخ اُٹھے کہ اللہ کی مدد کب آئے گی اُس وقت انہیں تسلی دی گئی کہ ہاں اللہ کی مدد قریب ہے‘‘۔ (البقرہ:214)

آج جیسے دانشور اسلام کے ابتدائی دور میں مکہ میں موجود ہوتے اور حضرت سمیہ و یاسر، حضرت بلال و حباب ؓ پر گزرنے والی مصیبتوں کا حال اور شعب ابی طالب میں مسلمانوں کی حالت زار اور فاقوں کی کیفیت دیکھتے تو اسی طرح واویلہ کرتے نظر آتے کہ کفر کے نظام کے ساتھ سمجھوتہ کیے بغیر کسی کی اس دنیا میں بقا ممکن نہیں۔ قریش کو بھی طاغوتی نظام میں معاشی اور سیاسی فوائد نظر آ رہے تھے جبکہ مسلمانوں کا ایمان اس طاغوتی نظام کو چیلنج کر رہا تھا۔ اسی لیے مشرکین مکہ کا مطالبہ یہ تھا کہ ہمارے ساتھ سمجھوتہ کرلو۔ یعنی کچھ قوانین اپنے چلاؤ اور کچھ ہمارے نظام کے قوانین اپنا لو تو ہم سب مل کر اس مشترکہ نظام سے مستفید ہو سکتے ہیں۔ آج بھی جو دانشور افغانستان میں انسانی المیہ کا راگ الاپ رہے ہیں اور بین کر رہے ہیں۔ ان کا اصل مدعا بھی یہی ہے کہ افغان طالبان عالمی قوانین کو اپنا لیں تو پھر کوئی حرج نہیں۔ ان کو عالمی امداد بھی آئے گی ڈالروں کی بارش بھی ہوگی اور عالمی سطح پر تجارتی وفود بھی آنا شروع ہو جائیں گے۔ دنیا بھی راضی اور افغانی بھی خوشحال ہو جائیں گے۔ یعنی سیکولر دانشوروں کو طاغوت سے سمجھوتہ نہ کر لینے میں المیہ نظر آ رہا ہے۔ ورنہ ان کو اس وقت افغانستان میں انسانی المیہ نظر کیوں نہ آیا جب افغانستان پر بلاوجہ جنگیں مسلط کر کے لاکھوں افغانیوں کا خون بہایا گیا، لاکھوں افغانی بے گھر ہونے پر مجبور ہوئے، ہزاروں بے گناہ افراد کڑکتی دھوپ میں کنٹینروں میں دم گھٹ کر کے مارے گئے، ان کے گھر بار، بیوی بچوں کا کیا ہوا؟ بیس سالہ جنگ نے افغانی قوم کو جس پستی اور پسماندگی میں دھکیل دیا اس میں ان کو المیہ کیوں نظر نہ آیا؟ عالمی میڈیا اور سیکولر دانشوروں کو صرف اسلامی نظام کے نفاذ میں ہی انسانی المیہ کیوں نظر آتا ہے؟ گویا طاغوتی نظام کے تحت قتل و غارت گری بھی انہیں قبول ہے لیکن اسلامی نظام کا امن بھی انہیں قبول نہیں۔ آخر کیوں؟ اصل میں عالمی نظام کے مستری اور دانشور یہ چاہتے ہیں کہ پوری دنیا کی طرح افغانی بھی طاغوتی نظام کے ساتھ سمجھوتہ کر لیں تاکہ پوری دنیا پر صرف طاغوتی نظام کا جھنڈا لہرائے۔ افسوس مسلمانوں کی اکثریت بھی یہی چاہتی ہے حالانکہ اللہ تو یہ چاہتا ہے کہ:

’’یہودی اور عیسائی تم سے ہرگز راضی نہ ہوں گے، جب تک تم ان کے دین (نظام) پر نہ چلنے لگو صاف کہہ دو کہ راستہ بس وہی ہے، جو اللہ نے بتایا ہے ورنہ اگر اُس علم کے بعد، جو تمہارے پاس آ چکا ہے، تم نے اُن کی خواہشات کی پیروی کی، تو اللہ کی پکڑ سے بچانے والا کوئی دوست اور مددگار تمہارے لیے نہیں ہے‘‘۔

دنیا کی آنکھ سے دیکھنے والوں کو کامیابی اس میں نظر آ رہی ہے کہ افغان طالبان عالمی نظام کے مطیع ہو جائیں تو سب اچھا ہو جائے گا جبکہ اللہ کہہ رہا ہے کہ پھر سب اچھا نہیں ہوگا بلکہ تم پر اللہ کی پکڑ آئے گی۔ یہی اُمت مسلمہ کے زوال اور مغلوبیت کی اصل وجہ ہے کہ وہ طاغوت سے سمجھوتے میں سروائیول کے مواقع تلاش کر رہی ہے جبکہ اللہ کا فیصلہ یہ ہے کہ اسی وجہ سے اللہ کی پکڑ مسلمانوں پر آئے گی جو کہ سابقہ مسلمان اُمتوں پر بھی آئی اور موجودہ مسلمان اکثریت پر بھی آ چکی ہے۔ جبکہ افغان طالبان نے طاغوت سے سمجھوتہ نہیں کیا تو اللہ نے ان کو پوری دنیا کی طاغوتی طاقتوں پر فتح عطا فرمائی۔ یہی تو اصل میں اس دنیا کی زندگی کی حقیقت ہے جس کو وہ اذہان سمجھ نہیں پاتے جن کی فکری بلوغت مغربی نظام اور فکر کے تحت ہوئی ہے، وہ اس بنیادی آفاقی حقیقت کو بھول چکے ہیں کہ یہ دنیا اصل زندگی نہیں بلکہ زندگی کا امتحان ہے۔ اس آزمائش میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اصل تقاضا ہی یہی ہے کہ مسلمان کس کو رب مانتے ہیں، کس پر بھروسا کرتے ہیں؟

’’اور ہم تمہیں ضرور آزمائیں گے خوف کے ذریعے، بھوک کے ذریعے، مال اور جان کے نقصان سے، پھلوں کی کمی سے اور (اے نبی ﷺ!) صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دیجیے۔ وہ لوگ کہ جب انہیں کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو کہتے ہیں ہم تو اللہ کے ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔‘‘ (البقرہ:155،156)

تاریخی حقیقت یہ ہے کہ خلافت کے انہدام کے بعد دنیا پر دجالی نظام کا غلبہ ہے۔ فتنۂ دجال میں اصل آزمائش تو یہی ہے کہ دجال کے پاس روٹیوں کا پہاڑ یعنی دنیوی اسباب کا انبار ہوگا۔ جو دجال کو رب مان لیں گے اُن کو دنیا کی ہر سہولت ملے گی اور جو اس کا انکار کریں گے ان پر فاقوں کی نوبت آئے گی۔ اس فتنہ میں مسلمانوں کی اصل آزمائش اپنے دین اور ایمان پر استقامت ہے۔ اللہ نے فیصلہ سنا دیا ہے:

’’اور وہ لوگ جنہوں نے طاغوت سے کنارہ کشی کر لی (اس طرح) کہ اُس کی بندگی نہ کی، اور انہوں نے رجوع کر لیا اللہ کی طرف اُن کے لیے بشارت ہے، تو (اے نبی ﷺ!) میرے ان بندوں کو بشارت دے دیجیے۔‘‘ (الزمر:17)

افغان طالبان نے بیس سال عسکری میدان میں اپنا خون بہایا ہے، وہ اپنے گھروں سے بے گھر کیے گئے، ان کے روزگار، کھیت کھلیان چھین لیے گئے اس کے باوجود اگر ان بیس سالہ جنگی ماحول میں اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے رزق کا اہتمام کیا ہے تو وہ امن میں بھی ان کو رزق دے گا۔ اللہ ان کے لیے ذرائع پیدا کر دے گا۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کے پیدا کرنے سے پہلے اس کا رزق پیدا کر دیا ہے۔ وہ ان کا مسئلہ نہیں۔ ان کا اصل مسئلہ طاغوتی تہذیب کے وہ بیج ہیں جو افغانستان میں بو دیے گئے ہیں۔ وہ نسل جس کو سیکولر بنانے کے لیے ان بیس سالوں میں طاغوتی طاقتوں نے جی بھر کر انوسٹمنٹ کی ہے وہ طاغوتی طاقتوں کی اصل اُمید ہے۔ افغان طالبان کے لیے اصل چیلنج اس نسل کے اذہان میں دوبارہ دین کا بیج بونا ہے جو مغربی تربیت کے زیر اثر سرمایہ دارانہ نظام میں پناہ چاہتی ہے۔ ان کو دوبارہ اللہ کے دین کی طرف لانا مسئلے کا اصل حل ہے تاکہ وہ زندگی کے امتحان میں کامیاب ہو جائیں۔ یہی اللہ کے دین کی مدد ہوگی اور اسی کے نتیجہ میں افغان طالبان کے لیے بھی اللہ کی مدد آئے گی اور افغان طالبان اس معاشی جنگ میں بھی سرخرو ہو جائیں۔ ان شاءاللہ

افغانستان میں درپیش یہ امتحان صرف افغان طالبان کے لیے نہیں بلکہ پوری اُمت مسلمہ کے لیے ہے۔ اُمت کو اپنی فکر کرنی چاہیے کہ وہ اس آزمائش میں کیا فائدہ اور کیا نقصان اُٹھا سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں خبردار کر دیا ہے:

’’اور لوگوں میں سے کوئی وہ بھی ہے جو اللہ کی عبادت کرتا ہے کنارے پر رہ کر۔ تو اگر اُسے کوئی فائدہ پہنچے تو اس پر مطمئن رہتا ہے۔ اور اگر اسے کوئی آزمائش آ جائے تو اپنے منہ کے بل اُلٹا پھر جاتا ہے۔ وہ خسارے میں رہا دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ یہی تو کھلا خسارہ ہے۔‘‘ (الحج:11)

آیئے! آج ہم سب اپنے گریبانوں میں جھانک کر دیکھیں کہ ہم کس کے ساتھ کھڑے ہیں۔ طاغوت کے ساتھ یا پھر اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور اللہ کی کتاب کے ساتھ؟ کہنے کو تو ہم سب مسلمان ہیں لیکن کیا ہم اللہ کے لیے، اللہ کے دین کے لیے دنیوی مفادات کی قربانی دینے کے لیے تیار ہیں؟

رفقاء متوجہ ہوں — ان شاء اللہ

"A-67 علامہ اقبال روڈ گڑھی شاہو، لاہور" میں

12 تا 18 دسمبر 2021ء (بروز اتوار نمازِ عصر تا بروز ہفتہ نمازِ ظہر)

مبتدی و ملتزم تربیتی کورس

کا انعقاد ہو رہا ہے۔

نوٹ: ملتزم تربیتی کورس میں مندرجہ ذیل موضوعات پر باہمی مذاکرہ ہوگا۔ رفقاء اِن موضوعات پر دستیاب مواد کا مطالعہ کر کے تشریف لائیں:-

☆ جہاد فی سبیل اللہ ☆ اسلام کا انقلابی منشور

زیادہ سے زیادہ احباب و رفقاء متعلقہ پروگرام میں شریک ہوں۔

اور

10 تا 12 دسمبر 2021ء (بروز جمعہ المبارک نمازِ عصر تا بروز اتوار نماز ظہر)

امراء، نقباء و معاونین تربیتی و مشاورتی اجتماع

کا انعقاد ہو رہا ہے۔

نوٹ: مندرجہ ذیل موضوعات پر باہمی مذاکرہ ہوگا۔ ذمہ داران سے گزارش ہے کہ دستیاب مواد کا مطالعہ کر کے تشریف لائیں۔

☆ منہج انقلاب نبوی ﷺ ☆ شہادت علی الناس و اقامت دین

زیادہ سے زیادہ رفقاء اور امراء و نقباء متعلقہ پروگرام میں شریک ہوں۔

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

042-36293939/0331-4152275

المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم و تربیت: 78-35473375(042)

رفقاء متوجہ ہوں — ان شاء اللہ

"قرآن اکیڈمی یاسین آباد، کراچی" میں

04 تا 10 دسمبر 2021ء (بروز ہفتہ نمازِ عصر تا بروز جمعہ المبارک 12 بجے)

مبتدی و ملتزم تربیتی کورس

کا انعقاد ہو رہا ہے۔

نوٹ: ملتزم تربیتی کورس میں مندرجہ ذیل موضوعات پر باہمی مذاکرہ ہوگا۔ رفقاء اِن موضوعات پر دستیاب مواد کا مطالعہ کر کے تشریف لائیں:-

☆ جہاد فی سبیل اللہ ☆ اسلام کا انقلابی منشور

زیادہ سے زیادہ احباب و رفقاء متعلقہ پروگرام میں شریک ہوں۔

اور

10 تا 12 دسمبر 2021ء (بروز جمعہ المبارک نمازِ عصر تا بروز اتوار نماز ظہر)

امراء، نقباء و معاونین تربیتی و مشاورتی اجتماع

کا انعقاد ہو رہا ہے۔

نوٹ: مندرجہ ذیل موضوعات پر باہمی مذاکرہ ہوگا۔ ذمہ داران سے گزارش ہے کہ دستیاب مواد کا مطالعہ کر کے تشریف لائیں۔

☆ منہج انقلاب نبوی ﷺ ☆ شہادت علی الناس و اقامت دین

زیادہ سے زیادہ رفقاء اور امراء و نقباء متعلقہ پروگرام میں شریک ہوں۔

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 021-36823201/0335-0379314

المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم و تربیت: 78-35473375(042)

انا للہ وانا الیہ راجعون — دعائے مغفرت

☆ حلقہ لاہور غربی کے رفیق شجاع الدین وفات پا گئے۔

☆ ہفت روزہ ندائے خلافت کے ادارتی معاون فرید اللہ مروت کی تائی جان وفات پا گئیں۔

☆ حلقہ بہاولنگر، چشتیاں کے نقیب حاجی محمد حسن کی والدہ وفات پا گئیں۔
برائے تعزیت: 0333-6339600

☆ حلقہ کراچی وسطی، بنوری ٹاؤن کے نقیب جناب محمد اشفاق چودھری کی والدہ وفات پا گئیں۔ برائے تعزیت: 0321-2008132

☆ حلقہ کراچی وسطیٰ قرآن مرکز جوہر کے رفیق جناب محمد ہاشم کی اہلیہ وفات پا گئیں۔
برائے تعزیت: 0321-5176572

☆ امیر حلقہ سرگودھا کے معاون شادی بیگ کے ماموں وفات پا گئے۔
برائے تعزیت: 0332-7654969

☆ سرگودھا شرقی کے مبتدی رفیق محمد طارق کی نانی وفات پا گئیں۔
برائے تعزیت: 0307-5469316

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔
قارئین سے بھی ان کے لیے دُعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَھُمْ وَارْحَمْھُمْ وَاَدْخِلْھُمْ فِیْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْھُمْ حِسَابًا یَّسِیْرًا

غلبہ و اقامتِ دین کی جدوجہد کا حُدی خواں — تنظیم اسلامی کی انقلابی دعوت کا ترجمان

ماہنامہ میثاق لاہور — اجرائے ثانی: ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

شمارہ دسمبر 2021ء، جمادی الاولیٰ ۱۴۴۳ھ

مشمولات

☆ طالبان حکومت کو درپیش چیلنجز — ادارہ
☆ منصبِ اِمامت اور اُس کے تقاضے — حافظ عاطف وحید
☆ قرآن کا تصورِ علم اور اس کی اہمیت — ڈاکٹر ابصار احمد
☆ اقبال: ایک تاریخ ساز شخصیت — راحیل گوہر
☆ خودی نہ بیچ.... — ارسلان اللہ خان
☆ اسلامی اخوت کے تقاضے — پروفیسر محمد یونس جنجوعہ
☆ صہیونیت: کل اور آج — رضی الدین سیّد
☆ تفسیر کے ناقابلِ اعتبار مآخذ — پروفیسر حافظ محمد قاسم رضوان

محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا "بیان القرآن" باقاعدگی سے شائع ہو رہا ہے!

☆ صفحات: 100 ☆ قیمت فی شمارہ: 40 روپے ☆ سالانہ زرتعاون (اندرون ملک) 400 روپے

مکتبہ خدام القرآن لاہور — 36۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور

Vol. 30 Regd. C.P.L NO. 114 No.44

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore